ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

45

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

26 ربیع الثانی تا 3 جمادی الاولیٰ 1444ھ / 22 تا 28 نومبر 2022ء

اسلامی قانون کی اکتسابی تحدید

انسان کلیۃً آزاد نہیں۔ وہ کائنات کے حاکم اعلیٰ کے ماتحت ہے۔ اس کے ہاتھ میں جس قدر معاشی اور غیر معاشی نعمتیں ہیں وہ اسی حاکمِ اعلیٰ کی امانت ہے اور اسی کے حکم کے تحت حاصل کی جائیں گی اور اسی کے حکم کے تحت صرف ہوں گی۔ اس لیے اس نے اکتسابِ مال کے حوالے سے جو پابندی لگائی ہے تاکہ سرمایہ دارانہ مفاسد پیدا نہ ہوں وہ یہ ہے کہ مال حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے نہ کہ حرام ذریعہ سے، تاکہ سرمایہ دارانہ طغیان اور سرکشی پیدا نہ ہو۔ اس لیے اس نے ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرۃ: 188) یعنی ”تم ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ“ کہہ کر باطل کمائی کے تمام دروازے بند کیے، خواہ استعمار ہو، استحصال بالجبر ہو، رشوت وسود ہو، ظلم، خیانت، چوری ہو۔

یہ قانونِ اسلامی کی اکتسابی تحدید ہے۔ مجموعۂ دولت چونکہ مجموعہ افراد انسانی کا ذریعۂ معاش ہے، لہٰذا اگر ایک انسانی طبقہ ناجائز ذرائع سے مال بڑھائے گا تو دوسرے طبقے میں اسی تناسب سے مال کی کمی پیدا ہوگی۔ کیونکہ ناجائز ذرائع کا استعمال دو انسانوں کے درمیان ہے، انسان اور غیر انسان کے درمیان نہیں۔ جب ایک طبقہ کے پاس ناجائز دروازے سے مال آئے گا تو جس انسان کے ساتھ اس نے ناجائز معاملہ کیا، اس کے پاس مال کی کمی پیدا ہوگی اور معاشی توازن بگڑ جائے گا۔

سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ
علامہ شمس الحق افغانیؒ

اس شمارے میں

مجبوریاں......
عہد اور امانت کی پاسداری
کیا نظام باطل میں اطاعتِ رسولؐ ممکن ہے؟ (3)
عمران خان پر قاتلانہ حملہ اور......
خواجہ سرا سے ٹرانسجینڈر ایکٹ اور جوائے لینڈ تک
پوسٹ کالونیل ازم اور طبقاتی نظام

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

سُورۃُ الشُّعَرَاء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:118 تا

فَافۡتَحۡ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَہُمۡ فَتۡحًا وَّ نَجِّنِیۡ وَ مَنۡ مَّعِیَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَ مَنۡ
مَّعَہٗ فِی الۡفُلۡکِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ
وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۲﴾

آیت:۱۱۸ ﴿فَافۡتَحۡ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَہُمۡ فَتۡحًا﴾ ’’تو اب دوٹوک فیصلہ فرما دے میرے اور ان کے مابین‘‘

یعنی ایسا کھلا فیصلہ جس کے بعد حق کے احقاق اور باطل کے ابطال میں کوئی شک یا ابہام نہ رہ جائے۔

﴿وَّ نَجِّنِیۡ وَ مَنۡ مَّعِیَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾﴾ ’’اور نجات دے دے مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں اہل ایمان میں سے۔‘‘

آیت:۱۱۹ ﴿فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَ مَنۡ مَّعَہٗ فِی الۡفُلۡکِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿۱۱۹﴾﴾ ’’تو ہم نے نجات دے دی اُس کو بھی اور اُن کو بھی جو اُس کے ساتھ تھے ایک بھری کشتی میں۔‘‘

یہ کشتی پوری طرح بھری ہوئی تھی‘ کیونکہ اس میں انسانوں (مؤمنین) کے علاوہ ہر قسم کے حیوانات کے ایک ایک جوڑے کو بھی سوار کر لیا گیا تھا تاکہ ان کی نسل کو محفوظ رکھا جاسکے۔

آیت:۱۲۰ ﴿ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾﴾ ’’پھر ہم نے اس کے بعد باقی سب کو غرق کر دیا۔‘‘

آیت:۱۲۱ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾﴾ ’’یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی ہے۔ لیکن ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے۔‘‘

آیت:۱۲۲ ﴿وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۲﴾﴾ ’’اور یقیناً آپؐ کا رب بہت زبردست‘ نہایت رحم والا ہے۔‘‘

جس کا آخری کلام ’’لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ‘‘ ہو

درس حدیث

عَنۡ مُعَاذِبۡنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ ((مَنۡ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الۡجَنَّۃَ)) (ابوداؤد)

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

تشریح: مرتے وقت کلمہ کی توفیق اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندے کے نیک اعمال کی وجہ سے ممکن ہے۔ اگر آدمی پاکیزہ اور نیک اعمال سے بھرپور زندگی گزارے گا تو امید ہے کہ مرتے وقت کلمہ نصیب ہوگا۔ اگر آدمی گناہ کی زندگی گزارے گا تو موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قریب المرگ بندے کے پاس لا اِلٰہ الا اللہ کی یاددہانی اور تلقین کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی سن کر پڑھ لے اور خاتمہ بالخیر ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

مجبوریاں............

پاکستان کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتے چلے جارہے ہیں اور اگر سیاسی حالات کو عسکری معاملات سے الگ کر کے دیکھیں تو اس قدر حساس بلکہ حساس ترین شعبہ بھی اسی الجھی ہوئی گتھی کا حصہ نظر آتا ہے۔ دنیا کے کسی جمہوری یا غیر جمہوری ملک میں فوج کے سربراہ کی تعیناتی یوں مذاق نہیں بنی ہوگی جیسی پاکستان میں بنا دی گئی ہے۔ انتہائی حساس معاملات میں بھی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ ہورہا ہے اور آرمی چیف کی تعیناتی کو بازیچۂ اطفال بنا دیا گیا ہے۔ 16 اکتوبر کو لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ہماری سیاست قلابازیاں کھانے لگی۔ اس موقع پر خواجہ ناظم الدین کو گورنر جنرل کی بجائے وزیر اعظم بنا دیا گیا اور ملک غلام محمد نامی ایک بیوروکریٹ کو گورنر جنرل لگا دیا گیا۔ یہ پہلا کھلواڑ تھا جو سیاسی میدان میں کیا گیا۔ اور سیاسی سطح پر ملک میں ''بلی چوہے'' کا کھیل شروع ہو گیا۔ 1951ء سے 1958ء تک سات سالوں میں یعنی لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد سے 1958ء تک چھ وزیر اعظم بدل دیے گئے۔

گورنر جنرل ملک غلام محمد کو فالج ہو چکا تھا جس کے باعث سے وہ نہ آسانی سے حرکت کر سکتے تھے اور نہ بول سکتے تھے لیکن ٹوٹی پھوٹی زبان میں یہ کہتے سنائی دیتے تھے کہ کرسی نہیں چھوڑوں گا۔ پھر جب انہیں موقع ملا اُنہوں نے خواجہ ناظم الدین کی حکومت برطرف کر دی۔ قومی اسمبلی توڑ دی گئی۔ سندھ ہائی کورٹ نے قومی اسمبلی بحال کر دی اور گورنر جنرل کے فیصلے کو غیر قانونی قرار دے دیا لیکن سپریم کورٹ نے نظریۂ ضرورت کے تحت گورنر جنرل کے احکامات قانونی قرار دیئے۔ ان کے بعد ریٹائرڈ میجر جنرل سکندر مرزا گورنر جنرل بن بیٹھے۔ وہ بھی غیر جمہوری رویہ اختیار کرتے ہوئے حکومتی امور میں بے جا دخل اندازی کرتے رہے۔ وزرائے اعظم کے اس زنجیر کی فیروز خان نون آخری کڑی تھے۔ انہوں نے ایک انتہائی غیر سیاسی قدم اٹھایا اور ایوب خان جو اُس وقت آرمی چیف تھے، انہیں وزیر دفاع کا عہدہ دے کر کابینہ کا حصہ بنا لیا اور فوج کے لیے ایسی کھڑکی بلکہ در کھول دیا جو آج تک صحیح طور بند نہیں ہو سکا اور قوم اس غلط فیصلے کی سزا اب تک بھگت رہی ہے۔

7 اکتوبر 1958ء کو ایوب خان نے مارشل لاء لگا کر تمام اختیارات خود سنبھال لیے۔ ایوب خان کے 10 سالہ مارشل لاء کے دور میں سیاسی مخالفت کی گنجائش نہ تھی۔ ابتدائی 8 سالوں میں بحرِ قرار کی مانند سیاسی معاملات پُرسکون دکھائی دیے لیکن مارشل لاء کی قدغنوں کا 'پھل' آخری دو سالوں میں طلاطم کی صورت دکھائی دیا۔ بہرحال معیشت نے بہت ترقی کی۔ اہم بات یہ ہے کہ معاشی حوالے سے پاکستان کے لیے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جانے کا سنہری موقع تھا لیکن امریکہ سے معاشی امداد بلاضرورت لی گئی تا کہ امریکہ سے رشتہ بندھا رہے اور وہ سیاسی سرپرستی کرتا رہے۔ لیکن چونکہ ایوب خان کا حکومت حاصل

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
26 ربیع الثانی تا 3 جمادی الاولیٰ 1444ھ جلد 31
22 تا 28 نومبر 2022ء شمارہ 45
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دار الاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کرنا ایک غیر قانونی فعل تھا اور اُسے عوامی پشت پناہی حاصل نہیں تھی لہٰذا اُنہوں نے یہ کمی امریکہ کی سرپرستی حاصل کرنے سے پوری کرنے کی کوشش کی۔ ایک عوامی تحریک نے نہ صرف سیاسی استحکام کو غتر بود کر دیا بلکہ اقتصادی ترقی کو بھی بہا کر لے گئی۔ دوسری طرف کیونکہ پاکستان کے محلِ وقوع کی وجہ سے امریکہ کو پاکستان کے قریب رہنے کی بڑی ضرورت تھی بلکہ خطے میں موجودگی کے لیے پاکستان سے تعلقات امریکہ کی شدید مجبوری تھی۔ لہٰذا پاکستان پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے امریکہ نے پاکستان کو اقتصادی شکنجے میں کسنے کا فیصلہ کیا۔ بڑے بڑے پروجیکٹس کا اعلان کیا گیا اُن کے لئے امریکی امداد کا اعلان ہوا اور ہمارے تجزیے کے مطابق ان پروجیکٹس میں خرچ ہونے والی رقم سے پاکستان کی سیاسی اور غیر سیاسی قیادت اور بیوروکریسی کو کرپشن کے ذریعے قابو کیا گیا جس کے نتیجہ میں اقتصادی لحاظ سے مسلسل ترقی کرنے والا پاکستان تیزی سے زوال پذیر ہونا شروع ہو گیا۔ پاکستان کے سیاست دانوں، سول ملٹری بیوروکریٹس کی ہوس زر اور بد دیانتی نے پاکستان کو ہر لحاظ سے کمزور کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ غیر ملکی قوتوں نے پاکستان کی اقتصادی کمزوری کو اپنے سیاسی اور عسکری مفادات کے حصول کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ کرپٹ مافیا اپنی کرپشن کی وجہ سے دوسروں کے ہاتھوں بلیک میل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے ملکی مفادات کو بھی تج کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ ہے اُس کہانی کا مختصر ترین خلاصہ جو ہماری اقتصادی تباہی کا باعث بنی۔ جس سے ہماری اقتصادی حالت تباہ و برباد ہوگئی اور ہم دوسروں کے مقروض اور محتاج ہوگئے۔ یہ واضح رہے کہ یہ سب کچھ غیر ملکی قوتوں نے ایک پلان کے تحت ہمیں سیاسی اور عسکری لحاظ سے اپنے شکنجے میں کسے رکھنے کے لیے کیا۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں ایک بڑے اہم سوال کا جواب دینا ہے وہ یہ کہ دنیا میں نصف صد سے زیادہ مسلمان ممالک ہیں۔ سامراجی قوتوں نے خاص طور پر پاکستان کو کیوں ہدف بنایا اور ہمارے سیاسی و معاشی نظام پر کیوں حملہ آور ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہمارے معاشرتی نظام پر بھی شروع سے ہی حملہ آور ہیں لیکن وہ پہلے ہمیں معاشی اور سیاسی سطح پر مکمل شکست دینا چاہتے تھے تاکہ جب معاشرتی نظام پر حملہ کیا جائے تو ہماری مزاحمتی قوت ختم ہو چکی ہو یا انتہائی کم ہو چکی ہو۔ عالمی طاغوتی قوتوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ پاکستان کے قیام کے لیے اسلام بنیادی نظریہ کے طور پر سامنے آیا تھا گویا ایک خالص اسلامی ریاست معرضِ وجود میں لانے کا واضح پروگرام تھا۔ یہ مخالف قوتیں جانتی تھیں کہ اس نظریہ کی عملی تعبیر کا مطلب یہ ہوگا کہ عدل وقسط پر مبنی ایک ناقابلِ تسخیر نظام جب اس ریاست کی پشت پر ہوگا تو اُن کا سرمایہ دارانہ نظام جو انتہائی ظالمانہ اور استحصالی نظام ہے۔ اُس کے سامنے ڈھیر ہو جائے گا۔ لہٰذا "nip the evil in the bud" کی پالیسی سامنے رکھ کر پاکستان پر تمام اطراف سے شروع سے ہی حملہ کر دیا گیا ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اُنہیں پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے چند سال بعد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی فوج بڑی پروفیشنل اور بڑی جفاکش ہے اور صحیح معنوں میں ایک جانباز فورس ہے۔ پھر یہ ہوا کہ حالات کے جبر نے پاکستان کو ایٹمی قوت بنا دیا۔ جس سے دشمن طاغوتی قوتوں کے خدشات مزید بڑھ گئے۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ پہلے پاکستان کو سیاسی، معاشی اور عسکری طور پر کمزور کیا جائے پھر اُس کے معاشرتی نظام پر بھرپور وار کیا جائے اور اس حملے میں ہر ممکن شدت لائی جائے۔

آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس طے شدہ پالیسی کے مطابق ہے۔ ہم اس وقت صرف اُن اقدامات کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں جو اُنہوں نے ہماری معاشرت تباہ کرنے کے لیے کیے ہیں۔ کبھی یہ قوتیں عورت کے حقوق کے نام پر دنیا بھر میں کانفرنسیں کراتی ہیں اور اُن میں مادر پدر آزادی کا درس دیتی ہیں۔ پھر گھریلو تشدد بل پیش کر کے ایک گھرانے میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی یہ لوگ روشن خیالی اور نام نہاد اعتدال پسندی کی اصطلاحات استعمال کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جنس پرستی جیسے غلیظ کام کو قانونی حیثیت دلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ٹرانس جینڈر قانون بنوانے میں تو وہ پانچ سال پہلے کامیاب ہو گئے تھے اب اُسے قائم دائم رکھنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ ''جوائے لینڈ'' جیسی بیہودہ فلم کو سینما گھروں کے تعفن کو مزید بڑھانے کی وفاقی حکومت کی جانب سے سرکاری طور پر اجازت دے دی گئی ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس محاذ پر مسلمانانِ پاکستان کچھ نہ کچھ مزاحمت کر رہے ہیں اگرچہ ہمیں خدشہ ہے کہ اگر ہم سیاسی اور معاشی طور پر کمزور ہوتے چلے گئے تو یہ مزاحمت بھی کمزور پڑ جائے گی۔ اس محاذ پر اگر مسلمانانِ پاکستان شکست کھا گئے تو پھر اُن کے قدم مکمل طور پر اُکھڑ جائیں گے اور ہماری اسلامی شناخت بھی خدانخواستہ ختم ہو جائے گی۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو مسئلہ پاکستان کی سلامتی کا ہی نہیں بلکہ ہمارے دین اور ایمان کا بھی ہے۔ اور بآوازِ بلند یہ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اپنے معاشرتی نظام کا تحفظ درحقیقت پاکستان کا تحفظ ہے، گویا خالص اور مکمل اسلامی نظام ہی مضبوط اور مستحکم پاکستان کا ضامن بن سکتا ہے۔

عہد اور امانت کی پاسداری

(سورۃ الانفال کی آیات 27 اور 28 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 11 نومبر 2022ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراھیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

جمعہ کی گفتگو کا ایک اہم مقصد وعظ، نصیحت اور یاددہانی ہوا کرتا ہے۔ قرآن حکیم اپنے لیے بھی وعظ کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (یونس:57) ''اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے۔''

وعظ اس بات کو کہتے ہیں جو دل کو نرم کردے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات سے بڑھ کر کوئی بات دلوں کو نرم کرنے والی نہیں۔ لہٰذا خطاب جمعہ کا مقصد اصل میں دلوں کی نرمی ہے کہ ہفتے بھر میں انسان پر جو غفلت طاری ہو جاتی ہے وہ دور ہو جائے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کا وعظ قرآن کریم کے ذریعے ہوتا تھا۔ سنن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ((کان یقراء القرآن ویذکر الناس)) ''اللہ کے رسول ﷺ قرآن پڑھتے اور لوگوں کو تذکیر فرمایا کرتے تھے۔'' ہماری بھی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن کی آیات کے ذریعے یاددہانی کا سامان ہو۔ بعض اوقات بہت اعلیٰ سطح کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں جو کہ ضروری بھی ہوتی ہیں لیکن بہت بنیادی باتوں سے لوگ صرف نظر کرتے ہیں۔ آج ان شاء اللہ ہم سورۃ الانفال کی آیات (27، 28) کی روشنی میں چند بنیادی باتوں کی یاددہانی کریں گے۔ ان دو آیات میں بنیادی طور پر خیانت سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے اور بتایا گیا کہ کئی مرتبہ مال اور اولاد کی محبت کی وجہ سے بندہ اللہ کے احکامات کو فراموش کر دیتا ہے اور اس عارضی دنیا کے کچھ فائدوں کی خاطر اللہ کے احکام کو پامال کرنے لگ جاتا ہے۔ اس حوالے سے یہاں یہ یاددہانی کرائی گئی ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اللہ کے ہاں آخرت کی زندگی کی صورت میں جو اجر ہے وہ دائمی اور عظیم ہے۔ اگر یہ بات ذہن میں رہے تو پھر اللہ کے احکامات کی پاسداری کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾

''اے اہل ایمان! مت خیانت کرو اللہ سے اور رسول (ﷺ) سے'' (الانفال:27)

جب اللہ تعالیٰ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ فرماتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ پیغام یا حکم مخصوص لوگوں کے لیے ہے۔ اگر کم و بیش سات آٹھ ارب انسان زمین پر ہیں تو دو ارب کے لگ بھگ کم و بیش محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا آخری رسول مانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے ان سے قرآن پہلے ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے اور جو ایمان لا چکے ہیں ان سے عمل کا مطالبہ کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کلمہ کا اقرار فقط کافی نہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مان لینا کافی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا بھی لازم ہے اور یہ ماننے کا تقاضا تو پورے اسلام کے اعتبار سے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ص﴾ (البقرۃ:208)

''اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

بہرحال جب اللہ کی طرف سے خطاب کا انداز یہ ہو ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ تو ہمیں اپنے صاحب ایمان ہونے کی نعمت کا ادراک بھی ہونا چاہیے۔ اگر کسی کافر کے گھر میں پیدا ہوئے ہوتے تو ہم کب ریسرچ کرتے اور غور و فکر کر کے خالق کائنات کو پہچانتے، پھر رسالت کی اہمیت و ضرورت کو پہچانتے اور پھر آخری رسول ﷺ کو ماننے تک ہم پہنچ جاتے اور پھر عمل صالح تک پہنچتے، آج اس کے لیے لوگوں کے پاس کہاں وقت ہے۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہمارے پاس موقع بھی ہے اور اللہ پاک براہ راست ہمیں یاددہانی کرا رہا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾

''اے اہل ایمان! مت خیانت کرو اللہ سے اور رسول (ﷺ) سے'' (الانفال:27)

ہمارے دین میں امانت کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اللہ کے رسول ﷺ اکثر اپنے خطبات میں یہ جملے ادا فرماتے تھے: ((لا ایمان لمن لا امانۃ لہ و لا دین لمن لا عہد لہ)) ''اس میں کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری کا کوئی وصف نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جس میں وعدے کی پاسداری نہ ہو۔'' آج دین کے حوالے سے عام تصور یہ ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ادا کر لیے تو اُسی کو دین سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ اس سے آگے بھی دین ہے اور خاص طور پر معاملات زندگی میں ہمارا امتحان زیادہ ہے۔

اسی طرح سورۃ المومنون کی ابتدائی گیارہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس پانے والے خوش قسمت لوگوں کی صفات گنوائیں ان میں بھی امانت اور عہد کی پاسداری کی صفت شامل ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧﴾ (المومنون) ''اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ ایک بندہ مومن کی بنیادی صفات میں امانت

کی حفاظت شامل ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا دعویٰ ہے تو امانت اور عہد کی پاسداری کا تقاضا بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے گا جھوٹ بولے گا، جب وعدے کرے گا توڑے گا، جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے گی تو خیانت کرے گا اور مسلم شریف میں چوتھی نشانی ہے کہ جب جھگڑے کا موقع آئے گا تو گالیاں دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں یہ چاروں باتیں ہیں وہ پکا منافق ہے۔‘‘

آج ہمارا قومی مزاج کیا بن چکا ہے؟ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ جو جتنے بڑے عہدے پر ہے اتنا بڑا جھوٹا، اتنا بڑا وعدہ خلاف، اتنا بڑا خیانت کرنے والا اور آج اس میں چوتھی نشانی بھی شامل کر لیجئے کہ اتنا بڑا گالیاں دینے والا ہے۔ آج ٹی وی ٹاک شوز میں سیاستدانوں کے درمیان جو زبان استعمال ہوتی ہے کیا شریف گھرانوں کے بچے اپنے والدین کے ساتھ بیٹھ کر سن سکتے ہیں؟ یعنی جھوٹ، وعدہ خلافی اور گالیاں آج ہمارا قومی مزاج بنا ہوا ہے۔ الا ماشاء اللہ! البتہ کسی پر منافق کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس تبصرہ میں دوسروں کے بارے میں کم اور اپنے بارے میں زیادہ غور و فکر کرنا چاہیے۔ یعنی میں بھی اپنے اندر جھانکوں کہ ان چار نشانیوں کے اعتبار سے میں کہاں کھڑا ہوں؟

امانت کا تصور بھی بہت وسیع ہے۔ ایک عام تصور ہے کہ کسی نے آپ کے پاس کوئی شے رکھوائی اور آپ نے واپس کر دی مگر یہ امانت کا کل تصور نہیں ہے۔ اگر امانت کے تصور کو کھولیں تو زندگی کا ہر گوشہ ہی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المجالس بالامانة))

مجالس میں جو گفتگو ہوتی ہے،، کمپنیز کی میٹنگز ہوا کرتی ہیں، ہائی آفیشلز کی میٹنگز ہوتی ہیں اور وہ معاملات انہی تک محدود رہنے چاہئیں جو متعلقہ لوگ ہیں۔ اگر مجالس کی بات لیک ہو جاتی ہے تو یہ بھی خیانت ہے۔ حدیث میں ذکر آیا کہ ایک شخص تمہیں کہتا ہے کہ میرا اسلام فلاں کو پہنچا دینا یہ سلام پہنچانا بھی آپ کے پاس امانت ہے۔ اسی طرح یہ زندگی، یہ ہمارا وجود، ہماری صلاحیتیں اور تمام نعمتیں جو ہمیں ملی ہوئی ہیں یہ سب اللہ کی امانت ہیں۔ ہم سے ان سب کے بارے میں سوال ہوگا۔ آج جو ’’میرا جسم میری مرضی‘‘ کے نعرے لگ رہے ہیں یا Its my choice, Its my style جیسے باغیانہ اور سرکشی والے جملے عام ہو رہے ہیں یہ بھی خیانت ہے۔ ہمارا جسم اللہ کا دیا ہوا ہے تو اس پر مرضی بھی اللہ کی چلے گی۔ جامع ترمذی کی مشہور حدیث ہے کہ قیامت کے دن پانچ سوال پوچھے جائیں گے۔ اپنی عمر کہاں گزاری؟ جوانی کن کاموں میں خرچ کی؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں پر خرچ کیا؟ اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

یہ وجود اللہ کی امانت ہے، اس میں روح پھونکی گئی ہے، یہ روح اللہ کی امانت ہے۔ اللہ نے ہمیں ایمان کی دولت دی ہے یہ ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اللہ نے ہمیں قرآن کی نعمت دی ہے یہ ہمارے پاس امانت ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: میں چلا جاؤں گا تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ جاؤں گا۔ ایک روایت کے مطابق: اللہ کی کتاب قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ اس امانت کو آگے پہنچانا اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔ پھر اللہ کا دین جو محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہوا، یہ دین کامل آج ہمارے پاس بطور امانت موجود ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی جدوجہد جوان کو طائف لے گئی، جس کے لیے آپ ﷺ نے ہجرت کی تکالیف برداشت کیں، جس کے لیے اُحد میں خون بہایا، جس میں اپنے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے اقامت دین کی وہ جدوجہد جس میں آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے، وہ محنت جس میں 259 صحابہؓ کی جانیں اللہ کی راہ میں پیش ہوئیں، تب قرآن کہتا ہے:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾﴾ (بنی اسرائیل) ’’اور آپؐ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ

پریس ریلیز 18 نومبر 2022ء

حکومتِ پاکستان کا فلم ’’جوائے لینڈ‘‘ کی نمائش پر پابندی سے انحراف شرم ناک ہے۔

شجاع الدین شیخ

حکومتِ پاکستان کا فلم ’’جوائے لینڈ‘‘ کی نمائش پر پابندی سے انحراف شرم ناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ چند روز قبل جب ’’جوائے لینڈ‘‘ نامی فلم کی نمائش پر پابندی کی خبر آئی تھی تو اس کی تائید اور تحسین کی گئی۔ گویا دو مردوں کے جنسی تعلق پر مبنی اس فلم کی نمائش کے دروازے اب مملکتِ خداداد پاکستان میں بند ہو گئے ہیں۔ لیکن انتہائی افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ اُسی دن وزیر اعظم آفس کی جانب سے اس فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی اور آناً فاناً LGBTQ+ ایجنڈے پر مبنی اس فلم کی نمائش کی دوبارہ اجازت مل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُنہوں نے سوال اُٹھایا کہ ایسے کون سے اندرونی و بیرونی حلقے ہیں جن کے دباؤ میں آ کر حکومتِ پاکستان ایک شادی شدہ مرد کے ایک ٹرانس جینڈر (عورت کے روپ میں مرد) کے ساتھ معاشقہ پر مبنی اس بیہودہ فلم کی نمائش کی اجازت دینے پر مجبور ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ’’ٹرانس جینڈر‘‘ ایک مبہم اور دھوکہ دہی پر مبنی اصطلاح ہے اور اس کا استعمال اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتا کہ یہ فلم دراصل قومِ لوط کے مجرمانہ فعل کی تشہیر اور ترغیب دیتی ہے۔ کیا ہم اُس مجرم قوم کے دردناک انجام کو بھول گئے؟ وفاقی حکومت کے اس یوٹرن کے باوجود حکومتِ پنجاب کی جانب سے صوبہ بھر میں اس فلم کی نمائش پر پابندی کی مکمل تائید اور تحسین کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ باقی صوبوں کو بھی اس فلم کی نمائش پر فوری طور پر پابندی لگا دینی چاہیے اور اس حوالے سے کسی قسم کے اندرونی اور بیرونی دباؤ کو خاطر میں نہ لایا جائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

جانے والا۔''

اس ساری محنت، جدوجہد اور قربانیاں کا قرض آج اس امت کے پاس امانت ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اللہ کی جنت سستی نہیں ہے کہ آن لائن آرڈر پر نہیں ملے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی جنت تو مشقتوں سے گری ہوئی ہے۔

تم اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہو اور انہیں آخری رسول مانتے ہو تو وہ تمہیں قرآن دے کر گئے ہیں، وہ دین کو قائم کر کے دکھا کر گئے ہیں، وہ نظام عدل تمہارے پاس امانت ہے جسے تم نے دنیا میں قائم کرنا تھا تاکہ انسانیت اس کے ذریعے اللہ کی رحمتوں سے مستفید ہو مگر وہ دین آج مغلوب ہے کیونکہ ہم نے بحیثیت امتی اس امانت کی پاسداری نہیں کی، کیا منہ دکھائیں گے قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ کو؟ ہر مسلمان کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ''اور نہ ہی اپنی (آپس کی) امانتوں میں خیانت کرو جانتے بوجھتے۔''

اگر کسی سے قرض لیا ہے تو احسن طریقے سے واپس کرنا چاہیے لیکن ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ وہ قرض ہی کیا جو ادا ہو جائے اور وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے۔ جبکہ اللہ کا قرآن کہتا ہے:

﴿اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل)

''یقیناً عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

اللہ کے کلام کی طویل ترین آیت (البقرۃ:۲۸۲) قرض کے موضوع پر ہے۔ یہ اتنا اہم معاملہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن قرض معاف نہیں ہوتا۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ ایک شخص بالفرض اللہ کی راہ میں قتل (شہید) ہو پھر زندہ ہو، پھر شہید ہو پھر زندہ ہو پھر شہید ہو، پھر زندہ ہو، پھر شہید ہو جائے اس کی بھی بخشش نہیں ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے تین جنازے آئے۔ ایک کے ذمہ قرض نہیں تھا، آپ ﷺ نے جنازہ پڑھا دیا۔ دوسرے کے ذمہ قرض تھا آپ ﷺ نے پوچھا کوئی اس کا ذمہ لیتا ہے کسی نے کہا میں اس کا قرض ادا کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے اس کا بھی جنازہ پڑھا دیا۔ تیسرے کے ذمہ قرض تھا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کوئی اس کے قرض کا ذمہ لیتا ہے تو کسی نے ذمہ داری نہیں لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کا جنازہ پڑھو میں نہیں پڑھاتا۔ یعنی ایسا شخص نبی ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو گیا۔ لیکن ہم قرض کے معاملات کو بڑا لائٹ لیتے ہیں، وعدوں کو بڑا ہلکا لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی امانت ہے۔ قرض کے علاوہ بھی امانت کی شکلیں ہیں۔ ایک گھر میں باپ فوت ہو گیا تو اس کا بڑا بیٹا باپ کی وراثت کا امین ہے، اس کو درست انداز میں تقسیم کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ یہاں ﴿وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ کے الفاظ وارننگ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ خیانت کسے کہتے ہیں؟ بندہ دوسروں کو بیوقوف بنا سکتا ہے، چھپ سکتا ہے، چھپا سکتا ہے لیکن خود کو معلوم ہوتا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اللہ تو انسان کا خالق ہے وہ جانتا ہے کہ انسان کیا کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝﴾ (القیامہ) ''بلکہ انسان تو اپنے نفس کے احوال پر خود ہی خوب بصیرت رکھتا ہے۔ اور چاہے وہ کتنے ہی بہانے پیش کرے۔''

ہر شخص اپنے اعمال کے بارے میں خوب جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ خیانت کیا ہے، کرپشن کیا ہے لیکن جانتے بوجھتے بھی اگر امانت میں خیانت کر رہا ہے تو پھر اس کی پکڑ شدید ہوگی۔ خدا کی قسم! اگر مسلمان ہے اللہ کو ماننے والا ہے تو دو مرتبہ ضرور سوچے گا۔ پھر ہم سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو پتا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا:

﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ط﴾ (المجادلہ: 7) ''اللہ نے ان (اعمال) کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ وہ انہیں بھول چکے ہیں۔''

ہم تو کر کے بھول جاتے ہیں لیکن اللہ نہیں بھولتا۔ بس اللہ پردے میں رکھ کر معاف فرما دے ورنہ ایک ایک عمل کا حساب لیا جائے گا۔ آگے فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ﴾ ''اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں'' (الانفال:28)

فتنہ عربی میں آزمائش کو کہتے ہیں۔ اللہ نے یہ دنیا امتحان کے لیے بنائی ہے۔ فرمایا:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط﴾ (الملک: 2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

ہم پر جو بیت رہا ہے وہ امتحان ہے۔ ہمیں جو مال، اولاد اور جو بھی کچھ عطا کیا گیا ہے وہ امتحان کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ م﴾ (العنکبوت:64)

''اور یہ دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں۔ اور آخرت کا گھر ہی یقیناً اصل زندگی ہے۔''

اصل میں انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے جہاں ہمیشہ رہنا ہے لیکن دنیا کے مال کے لیے، اپنی اولاد کے لیے، دنیا کی خواہش کے لیے انسان آخرت کا نقصان کر جاتا ہے، امانت میں خیانت کر جاتا ہے، کرپشن، چوری، ظلم، ناانصافی کر بیٹھتا ہے۔ البتہ مال حلال سے کمایا جائے، جائز طریقے سے خرچ کیا جائے تو ثواب ملے گا، راہ خدا میں خرچ کیا جائے تو اجر بڑھتا چلا جائے گا۔ اولاد کی جائز طریقے پر کفالت کریں تو ثواب ملے گا اور جو حرام کمائے گا گناہ پائے گا۔ اولاد کو کھلائیں پلائیں، اس کی کفالت کریں لیکن اس کو پہلے اللہ کا بندہ تو بنائیں، اللہ کے رسول ﷺ کا امتی بنائیں تو یہ اولاد ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن جائے گی۔ لیکن کئی مرتبہ اسی اولاد کی جائز ناجائز فرمائشوں کی وجہ سے لوگ حرام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے حقوق پامال کرتے ہیں نبی ﷺ کی تعلیم کو پامال کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی آخرت برباد کر لیتے ہیں، اسی لیے یہاں خبردار کیا گیا اور آگے فرمایا:

﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ ''اور یہ کہ اللہ ہی کے پاس ہے بڑا اجر۔'' (الانفال:28)

آخرت کا یقین ایسی شے ہے جو ہمیں سیدھے راستے پر رکھے گی۔ یہی چیز ہمیں دنیا میں قناعت کرنے پر آمادہ رکھے گی، آخرت کا عقیدہ جس قدر پختہ ہوگا اُتنا ہی ہم امانت کی پاسداری کریں گے، اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ سے وفاداری نبھائیں گے تو آخرت میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

قولِ زریں

''رزق اور عزت کسی کے اپنے اختیار میں نہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہے دیتا ہے۔''

کیا نظامِ باطل میں اطاعتِ رسولؐ ممکن ہے؟ (3)

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اطاعتِ رسولؐ کے ضمن میں نظامِ خلافت کی اہمیت

سورۃ النور کی آیت 56 میں جو مضمون آ رہا ہے وہ دراصل اسی خلا کو پُر کرنے والا ہے----- یہ خلا نظامِ خلافت کے ذریعے سے پُر ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو آپؓ ہی قاضی القضاۃ تھے اور آپؓ ہی امیر اور سپہ سالار تھے۔ آپؓ ہی نے فیصلہ کرنا تھا کہ مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنی ہے یا نہیں؟ حضور ﷺ کے وصال کے بعد اب فیصلہ کرنے کا اختیار خلیفہ کے پاس آ گیا۔ اسی لیے تو حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا تھا: اَنَا خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ''میں اللہ کے رسول کا خلیفہ ہوں!''

آپ کے علم میں ہو گا --- اس لیے کہ سیرتِ صحابہؓ کی یہ باتیں بہت معروف ہیں--- کہ حضرت عمر فاروق ؓ بھی یہ مشورہ دے رہے تھے کہ مانعینِ زکوٰۃ کے معاملے میں آپؓ ذرا نرمی کیجیے اور مصلحت کو پیش نظر رکھیے' اس لیے کہ مسلمانوں کا مورال اِس وقت بہت گرا ہوا ہے۔ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد سب کا دل پژمردہ ہے اور ہم اس وقت جنگ کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جیسے کہ اُمّ ایمن ؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ بیٹھی رو رہی تھیں کہ حضرات ابوبکر اور عمر ؓ ان کے پاس پہنچے اور پوچھا: آپؓ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے رو رہی ہوں کہ وہ ہدایت جو ہر آن محمد ﷺ پر چلی آ رہی تھی وہ ختم ہو گئی ہے اور وحی کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ وحی تو نبی کے ساتھ خاص ہے اور نبوت کا دروازہ بند ہونے سے وحی کا دروازہ بھی ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کے دل بہت زخمی تھے۔

اس کے ساتھ دوسرا مسئلہ جیشِ اسامہؓ کی روانگی کا تھا' جسے حضور ﷺ نے خود تیار کیا تھا۔ وہ تو آپ ﷺ کے مرضِ وفات کی وجہ سے رک گیا تھا' ورنہ سلطنتِ روما کے ساتھ جنگ کا معاملہ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں شروع ہو چکا تھا۔ غزوۂ موتہ اور غزوۂ تبوک ہو چکے تھے اور اگلا جیش آپؐ نے حضرت اُسامہ بن زید ؓ کی قیادت میں تیار کیا ہوا تھا تو کیسے ممکن تھا کہ جو جیش حضور ﷺ نے خود تیار کیا ہو اسے حضرت ابوبکر ؓ روک لیں! وہ تو جائے گا ہی۔ مزید برآں نئی نبوت کے مدعی کھڑے ہو گئے اور ان ''مرتدین'' کے خلاف بھی جہاد کرنا لازم ہو گیا۔

ان میں سب سے اہم اور نازک معاملہ مانعینِ زکوٰۃ کا تھا جو کہتے تھے کہ ہم اللہ کی وحدانیت کی شہادت بھی دیتے ہیں اور محمد ﷺ کی رسالت کو بھی مانتے ہیں۔ ہم نماز بھی پڑھیں گے' لیکن زکوٰۃ حکومت کو نہیں دیں گے بلکہ ہم اپنے طور پر دیں گے۔ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ یہ ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ تھا۔ ان کے خلاف اقدام کا فیصلہ خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کیا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی میرے ساتھ نہیں جائے گا تو میں تنہا جاؤں گا اور ان کے خلاف جہاد کروں گا۔ اس طرح کے تمام فیصلے خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کیے اور اس طریقے سے اب گاڑی آگے چلی۔

معلوم ہوا کہ اگر کسی ملک میں نظامِ خلافت نہیں ہے تو اطاعتِ رسول کے یہ دو دائرے تو بالکل معطل ہو جائیں گے۔ ٹھیک ہے آپ نماز اسی طور سے پڑھ سکتے ہیں جیسا کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے سکھائی' آپ حج بھی اسی طرح کر سکتے ہیں جیسے ہمیں حضور ﷺ نے سکھایا--- جزئیات میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے' جیسے کہ مختلف ائمہ فقہ کے مابین ہوا ہے' لیکن اصولی طور پر مناسکِ حج متفق علیہ ہیں--- چنانچہ عبادات کے ضمن میں اطاعت کا پہلا دائرہ ہر زمانے کے لیے جوں کا توں ہے۔ اسی طرح اطاعت کا دوسرا دائرہ شریعت کے وہ احکام ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کتاب و سُنّت کی صورت میں ہم تک پہنچائے ہیں' وہ بھی جوں کے توں رہیں گے۔ اگر کوئی نئی صورت پیدا ہو گی تو کتاب و سُنّت ہی سے استنباط کرتے ہوئے اجتہاد کیا جائے گا' جبکہ ان سے آزاد ہو کر کیا گیا استنباط بھی قابل قبول نہیں ہے --- ہمارے ہاں ایک گروہ ''اہلِ قرآن'' کا ہے جو سُنّت کو ایک طرف رکھ کے کہتے ہیں کہ قرآن سے استنباط کریں۔ ہمارے نزدیک وہ گمراہ ہیں' اس لیے کہ کتاب و سُنّت دونوں قانونِ اسلامی کی مستقل بالذات بنیادیں اور اصل اساسات ہیں' لہٰذا ان میں سے کسی کو بھی ساقط نہیں کیا جا سکتا۔ قیاس اور اجتہاد ہو گا تو کتاب و سُنّت کی روشنی میں ہو گا--- بہرحال ان دو دائروں کی حیثیت جیسے حضور ﷺ کے حیاتِ طیبہ میں تھی ویسی ہی اب ہے۔

ان کے علاوہ اطاعت رسول کے دو دائرے اور ہیں۔ ایک تو ہے اپنے خصومات اور مقدمات میں آپ ﷺ سے فیصلہ کرانا۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں تو اس پر عمل درآمد ممکن تھا' مگر آپؐ کی وفات کے بعد اس حوالے سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے اور اس خلا کو خلافت کا نظام پر کرے گا اور خلیفہ ہی قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہو گا۔ اسی طرح دین کے غلبے کی جدّوجُہد اور اس کے لیے محنت و کوشش کرنا' حضور ﷺ کی حیات میں تو آپؐ کی قیادت میں ہو رہا تھا' مگر آپؐ کی وفات کے بعد نظامِ خلافت میں خلیفہ یہ ذِمّہ داری نبھائے گا۔

اس ضمن میں یہ بھی نوٹ کر لیجیے کہ اگر خلافت کا نظام موجود نہیں ہے تو آپ کو یہ نظام لانے کے لیے جدّوجُہد کرنی پڑے گی۔ اگر آپ اس کے لیے جدّوجُہد نہیں کرتے اور خلافت کا نظام قائم نہیں ہوتا تو گویا اطاعتِ رسول کے دو خانے بند پڑے رہیں گے۔

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا

یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ اس دور میں خلافت کا ادارہ علامتی طور پر بھی موجود نہیں رہا۔ آئیڈیل سطح پر تو خلافت راشدہ کا دور تھا' جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تھی۔ اس کے بعد کا دورِ خلافت ملوکیت پر مبنی تھا۔ نظامِ خلافت یک دم سارے کا سارا ختم نہیں ہو گیا تھا' بلکہ تدریجاً اس میں زوال آیا ہے۔ میں اس کی مثال وہی دیا کرتا ہوں جو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے ''منصبِ امامت'' نامی کتاب میں لکھی ہے کہ چھ منزلہ عمارت میں سے اگر ایک منزل گر گئی تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ پوری عمارت ختم

ہوگئی۔ ہمارے ہاں یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ جیسے خلافت راشدہ کے بعد اسلام بالکل ختم ہوگیا‘ حالانکہ اسلام ختم تو نہیں ہوا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ چھ منزلوں میں سے ایک گرگئی‘ لیکن پانچ تو بہرحال باقی ہیں۔ پھر آگے اور زوال آیا تو پانچویں منزل بھی گرگئی‘ چار رہ گئیں۔ ہوتے ہوتے معاملہ یہاں تک پہنچا کہ جب مغربی امپیریلزم کا سیلاب آیا تو وہ ساری مسلمان حکومتوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا کرلے گیا۔ اس سے تو سب کچھ ختم ہوگیا‘ نہ اسلامی قانون رہا‘ نہ مفتی رہے‘ نہ قاضی رہے۔ جہاں جہاں بھی انگریزوں‘ فرانسیسیوں‘ اطالویوں اور ولندیزیوں کی حکومتیں آئیں وہاں خلافت کا پورے کا پورا نظام ختم ہوگیا۔ بالآخر خلافت کا ادارہ جو ترکی میں‘ کم از کم علامتی طور پر (symbolic) ہی سہی‘ موجود تھا وہ بھی بدقسمتی سے 1924ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ختم کردیا۔ علامہ اقبال کو ابتدا میں مصطفیٰ کمال سے بڑی امیدیں تھیں‘ لیکن آخر وقت میں انہیں بڑی مایوسی ہوئی اور انہوں نے یہ اشعار کہے: ؎

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی!

اور خاص طور پر خلافت کے ادارے کو ختم کرنے پر ان کا یہ شعر بڑا ہی دردانگیز ہے ؎

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ‘ اوروں کی عیاری بھی دیکھ!

اس لیے کہ بعد میں یہ بات کھل گئی کہ یہ یہود کی فری میسن تحریک کی سازش تھی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے ان کا آلہ کار بن کر خلافت کو ختم کیا۔ ہم یہ وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ شعوری طور پر مصطفیٰ کمال پاشا یہودیوں کی اس سازش کو جانتے تھے۔ یہ تو اللہ کے ہاں جواب طلبی ہوگی اور وہیں سارا حساب کتاب ہوجائے گا۔

بہرحال میں یہ عرض کررہا تھا کہ آیت زیر مطالعہ کے حوالے سے سب سے پہلی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران چار اعتبارات سے آپؐ کی اطاعت ہورہی تھی۔ خلافت کا نظام رہے یا نہ رہے‘ دو اطاعتیں تو اب بھی ہوسکتی ہیں‘ لیکن بقیہ دو اطاعتیں تو ممکن ہی نہیں جب تک کہ خلافت کا نظام قائم نہ ہو۔

اطاعتِ رسولؐ سے روگردانی کا نتیجہ

آیت زیر مطالعہ کا اگلا ٹکڑا اطاعتِ رسولؐ سے روگردانی اور اس کے نتیجے سے متعلق ہے۔ فرمایا: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ”پس اگر یہ لوگ روگردانی کریں‘ یعنی اطاعت کرنے کو تیار نہ ہوں۔ ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط﴾ -- یہ بہت جامع الفاظ ہیں۔ حمل کہتے ہیں بوجھ کو۔ حَمَلَ کا معنی ہے: اس نے بوجھ اٹھایا۔ قرآن مجید میں الفاظ آئے ہیں: ﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ﴾ (لقمٰن:14) ”اُسے اُس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف سہہ کر (پیٹ میں) اُٹھائے رکھا“۔ لیکن یہ لفظ جب باب تفعیل (تحمیل) اور پھر اس میں بھی مجہول (حُمِّلَ) کے صیغے میں آئے گا تو اس کے معنی ہوں گے: کسی پر بوجھ لاد دیا گیا۔

اس آیت میں اس لفظ سے ذِمّہ داری کا بوجھ مراد ہے‘ جبکہ ایک جسمانی بوجھ ہوتا ہے‘ مثلاً آپ نے دومن کی بوری اٹھالی یا کسی نے آپ کے کندھے پر یہ بوری رکھ دی۔ یہ ہے حمل کہ دومن کا بوجھ آپ کے اوپر رکھ دیا گیا۔ ایک ہے ذِمّہ داریوں اور فرائض کا بوجھ‘ جیسے زیر مطالعہ آیت میں فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط﴾

اے مسلمانو! اگر تم روگردانی کروگے تو یاد رکھو کہ ہمارے پیغمبر ﷺ پر صرف وہی ذِمّہ داری ہے جو ان پر ڈالی گئی ہے اور تم پر وہ ذِمّہ داری ہے جو تم پر ڈالی گئی ہے۔ اگر انہوں نے اپنی ذِمّہ داری ادا کردی تو وہ بری ہو گئے‘ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تم بھی بری ہوگئے بلکہ تم سے تمہاری ذِمّہ داریوں کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے وہ پوری کیں یا نہیں؟

آپ میں سے بہت سے حضرات کے علم میں ہوگا کہ سورۃ البقرۃ کے سولہویں رکوع میں دو مرتبہ یہ آیت (134 اور 141) آئی ہے: ﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ج لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ج وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ”یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی (یعنی حضرات ابراہیم‘ اسماعیل‘ اسحاق اور یعقوب علیہم السلام‘ جو ہمارے برگزیدہ بندے تھے‘ وہ چلے گئے اور) جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور تمہارے لیے وہ ہوگا جو تم کماؤ گے۔ اور تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے“۔ یعنی تم صرف ان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نہیں بخش دیے جاؤ گے بلکہ تمہیں اپنا حساب لازماً پیش کرنا ہوگا کہ تم کیا کرکے لائے ہو ؎

”پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!“ (جاری ہے)

❀❀❀

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(03تا09نومبر 2022ء)

جمعرات (03-نومبر) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر شعبہ تربیت و مالیات کے ناظمین سے میٹنگز کیں۔ رات کو ”امیر سے ملاقات“ کے پروگرام کی ریکارڈنگ کروائی۔

جمعہ (04-نومبر) کو قرآن اکیڈمی لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعدازاں فیصل آباد کے لیے روانگی ہوئی۔ بعد نماز مغرب انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز عشاء قرآن اکیڈمی کی مسجد میں ”تعلق مع القرآن“ کے موضوع پر خطاب عام کیا۔ پھر لاہور کے لیے واپسی ہوئی۔

ہفتہ (05-نومبر) کی صبح کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔ شام کو ایک رفیق کی بیٹی کا نکاح پڑھایا۔

اتوار (06-نومبر) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔

سوموار (07-نومبر) کی دوپہر مرکزی اسرہ کے خصوصی اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

منگل (08-نومبر) کو کراچی یونیورسٹی میں ”سیرت کانفرنس“ میں بطور مہمان خصوصی خطاب فرمایا۔ شام کو پشاور جانا ہوا۔

بدھ (09-نومبر) کو پشاور میں نصاب قرآنی کے حوالے سے ایک بڑے پروگرام میں شرکت کی۔ پھر شام کو مردان میں ایک دوسرے پروگرام میں شرکت کی۔ وہاں سے اسلام آباد جانا ہوا اور اسلام آباد سے کراچی واپسی ہوئی۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل آن لائن رابطہ رہا۔

پاکستان میں حالیہ عوامی بیداری کی لہر کی وجہ مہنگائی ہے اور نہ ہی عرب اسپرنگ کی طرح کا معاملہ ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ عوام پاکستان میں اب کسی صورت میں امریکی مداخلت کو برداشت نہیں کر سکتے: ایوب بیگ مرزا

یقیناً بیداری ہونی چاہیے اور شعور بھی ہونا چاہیے لیکن بیداری ذمہ دارانہ ہونی چاہیے اور شعور بھی قومی مفاد کے تابع ہونا چاہیے: رضاء الحق

عمران خان پر قاتلانہ حملہ اور ملک میں بڑھتی بدامنی کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: عمران خان صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا اس کے بعد الزامات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سارے اندوہناک واقعہ پر آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: عمران خان پر خاص طور پر لانگ مارچ کے دوران حملے کے خطرے کی خبریں کئی اطراف سے گردش کر رہی تھیں اور خود عمران خان بھی یہ بات بار بار کہہ رہے تھے کہ مجھ پر حملہ کرنے کی پلاننگ کی جارہی ہے اور اس حوالے سے میں نے ویڈیو بھی ریکارڈ کرادی ہے کہ مجھ پر حملہ ہوگا اور اب وہ یہ بھی بتارہے ہیں کہ یہ حملہ انہی دنوں میں ہونا تھا جن دنوں میں ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سکیورٹی کے انتظامات انتہائی ناقص تھے۔ اصل میں عمران خان ایک طبعی طور پر لاپروا انسان ہیں لیکن ان کے ساتھیوں کو چاہیے تھا کہ ان کی سکیورٹی کو بہتر کرتے جو کہ نہیں کی گئی اور یہ بہت بڑی کوتاہی تھی۔ اس واقعہ پر دونوں اطراف سے کوئی معقول بات سامنے نہیں آرہی۔ عمران خان نے واقعہ کے فوری بعد رانا ثناء اللہ، شہباز شریف اور فوج کے ایک میجر جنرل پر الزام لگادیا کہ یہ ان کا کام ہے۔ یقیناً یہ ان کا حق تھا کہ ایف آئی آر میں کسی کا نام لکھوا دیتے کیونکہ پہلی معلوماتی رپورٹ میں آپ کسی کا نام لکھوا سکتے ہیں۔ پھر شوٹر کے پکڑے جانے نے زیادہ شکوک وشبہات پیدا کیے اور اب ہر ذی شعور سمجھ گیا ہے کہ بات کیا ہے۔ اندازہ کریں کہ وہ شوٹر پکڑا جاتا ہے، آدھے گھنٹے کے اندر اس کی ویڈیو بن جاتی ہے جس میں وہ اعتراف کرلیتا ہے۔ حالانکہ اس طرح کبھی نہیں ہوتا۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ طوطا ہے جس کو پہلے جو کچھ رٹا دیا گیا ہے اور وہ وہی بات کہتا گیا جو اس کو کہا گیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا تفتیشی اس کو گائیڈ کر رہا ہے کہ اس کا جواب یہ دو۔ یعنی اس کی بات کو، اس کے پکڑے جانے کو، اس کو قاتل سمجھنے کو تقریباً 90 فیصد طور پر نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر رد کیا جاچکا ہے۔ اس کا اس واقعہ میں اتنا ہی حصہ تھا جو اس نے کیا، اس کے بعد اُوپر سے برسٹ آیا۔ پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس سارے منصوبے میں بہت سی غلطیاں تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ شوٹر سے غلطی ہوئی کہ اس نے ایک منٹ پہلے شوٹ کیا جس کی وجہ سے عمران خان کو نیچے

مرتب: محمد رفیق چودھری

بیٹھنے کا موقع مل گیا حالانکہ شوٹر سمیت سب نے یکبارگی شوٹ کرنا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ماسٹر مائنڈ کوئی اور ہے جس کا پورا پلان تھا۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ کس نے کیا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے کہ اس آدمی نے وہ رول ادا کیا ہے جو اس کو کہا گیا تھا۔ بلکہ وہ رول بھی اس نے صحیح طریقے سے ادا نہیں کیا اور بعد میں بیان بھی بدلتا رہا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ اذان کے دوران گانے لگاتا تھا اس لیے میں نے گولی ماری اور اس کے محلے دار کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو خود کبھی مسجد میں جاتے نہیں دیکھا، یہ تو جمعہ اور عیدین کی نمازیں نہیں پڑھتا۔ لہٰذا اس بندے کے پکڑے جانے اور اس کے بیانات سے دوسروں پر اصل شبہات پڑے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ جس پر انگلی عمران خان نے رکھی دی ہے ان کو ہی سمجھ لیا جائے کہ یقیناً وہی مجرم ہیں۔ لہٰذا ہونا یہ چاہیے کہ قانونی طور پر پہلے تفتیش کی جائے، ساری معلومات حاصل کی جائیں اور پھر اس کے بعد جائزہ لیں کہ جن کے نام لیے گئے ہیں وہ فٹ نہیں بیٹھ رہے تو ان کو نکال دیں لیکن ان کا نام لکھنے سے انکار کر دینا قانون سے روگردانی ہے۔

سوال: عمران خان نے اس واقعہ کی تحقیقات کے لیے چیف جسٹس سے درخواست کی ہے۔ وزیراعظم نے چیف جسٹس کو خط لکھا اور کہا کہ اس سارے معاملے کی تحقیقات کے لیے ایک جوڈیشل کمیشن بنادیا جائے۔ ابھی پنجاب حکومت نے ایک جے آئی ٹی بنانے کا اعلان کر دیا ہے جو تحقیقات کرے گا کہ اس سارے واقعہ کا ذمہ دار کون ہے۔ اتنے زیادہ فورمز اور ہائی لیول پر تحقیقات ہو رہی ہیں، کیا ہم ان کی مدد سے معاملے کی طے تک پہنچ پائیں گے؟

رضاء الحق: آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حملہ آور نے اپنے بیان میں کہا کہ میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو سنتا تھا۔ میں آن دی ریکارڈ بات کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کسی بھی تقریر یا تحریر میں معاشرے کے کسی بھی فرد یا طبقے کو اشتعال دلانے کے لیے کوئی بات نہیں کی گئی۔ اگر کوئی ڈاکٹر صاحب کو سنتا تھا اور اپنے غیر قانونی فعل کو ان سے جوڑنا چاہتا ہے تو وہ کذب بیانی سے کام لے رہا ہے۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے تو جب ہم اپنے ملک کی تاریخ میں بنی ہوئی جے آئی ٹیز (بشمول انکوائری کمیشنز یا جوڈیشل کمیشنز) کو دیکھتے ہیں تو ان کی تاریخ کوئی اتنی تابناک نہیں ہے۔ لیاقت علی خان کی شہادت، اگرتلہ سازش کیس، پھر 1971ء کے سانحہ کے بعد حمود الرحمن کمیشن رپورٹ، میموگیٹ سکینڈل وغیرہ کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ عمران خان پر حملے سے پہلے ایک صحافی

ارشد شریف کو کینیا میں قتل کیا گیا۔ وہاں انکوائری کے لیے ایک ٹیم بھیجی گئی ہے اس سے پہلے حامد میر کے اوپر بھی ایک حملہ ہوا تھا۔ یعنی بہت سارے صحافیوں پر حملے ہوئے اوران کو گولیاں مار کر زخمی بھی کیا گیا۔ حامد میر کے کیس میں ایک بڑا ہائی پاور کمیشن بنایا گیا تھا لیکن اس کا بھی کوئی نتیجہ سامنے نہیں آسکا۔ اب ایک سابق وزیراعظم پر قاتلانہ حملہ کوئی چھوٹا واقعہ نہیں ہے اس کو انتہائی سیریس لینا چاہیے۔ اسی طرح سانحہ کارساز اور لیاقت باغ میں بے نظیر بھٹو کی ٹارگٹ کلنگ جیسے واقعات پاکستان میں ہوتے رہے ہیں۔ اب اگر جوڈیشل کمیشن بنتا ہے تو چاہیے کہ واقعہ میں ملوث تمام لوگوں سے تحقیقات کی جائیں، سلیکٹڈ لوگوں سے نہیں۔ جیسا کہ حملہ آور شخص پکڑا گیا ہے، اگر اس کے کوئی پشت پناہ ہیں تو ان کو بھی قرار واقعی سزا دی جائے۔ اگر تو غیر جانبدار اور شفاف تحقیقات ہوتی ہیں تو یقیناً اس کا فائدہ ہوگا لیکن ہمارا نظام ایسا ہے جس میں کسی کمیشن کے نتائج سامنے نہیں آتے۔ البتہ دونوں اطراف (حکومت اوراپوزیشن) سے الزام تراشی کا معاملہ بہت زیادہ ہے اور سیاسی ٹمپریچر جس قدر بڑھا دیا گیا ہے اس میں ملک وقوم کا نقصان زیادہ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا میں بھی صاف تقسیم نظر آرہی ہیں اور سوشل میڈیا پر تو بات گالم گلوچ تک پہنچ چکی ہے جو کسی طرح زیب نہیں دیتی۔

سوال: کہا جارہا ہے کہ پچھلے چند برسوں سے سوشل میڈیا کے ذریعے عوامی بیداری کی ایک بھرپور مہم چلی ہے جس سے عوامی بیداری کی لہر پیدا ہوئی ہے۔ اسی طرح کی عوامی بیداری کی لہر عرب اسپرنگ کے نام سے بھی پیدا ہوئی تھی جس کے نتیجے میں وہاں پر رجیم چینج ہوئیں۔ کیا پاکستان میں بھی اس طرح کی صورت حال پیدا کرکے بدامنی کی صورت پیدا تو نہیں کرنے کی کوشش کی جارہی؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ عرب اسپرنگ جو تیونس سے شروع ہوئی تھی اور پاکستان کی عوامی بیداری کی لہر میں فرق ہے۔ دونوں کا پس منظر بہت مختلف ہے۔ بہت سے لوگوں کے خیال میں موجودہ حکومت مہنگائی دور کرنے آئی تھی لیکن دور نہیں کرسکی اس لیے عوامی بیداری کی لہر پیدا ہوئی۔ میرے خیال میں یہ کوئی مضبوط وجہ نہیں ہے۔ اصل میں عرب اسپرنگ کے پیچھے جو لوگ تھے وہ پاکستان کی موجودہ عوامی بیداری کی لہر کے خلاف ہیں۔ اور عوام نے اتنا بڑا یوٹرن لیا ہے کہ جو عمران خان انتہائی غیر مقبول ہوگئے تھے وہ ایک دم مقبول ہوگئے، اس کی وجہ نہ مہنگائی ہے نہ عرب اسپرنگ کی طرح کی کوئی وجہ ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے عوام کا شروع سے ایک رجحان رہا ہے کہ وہ امریکہ جانے میں تو بڑے خوش ہوتے ہیں، وہاں تو گھر کا سامان بیچ کر جاتے ہیں لیکن سیاسی لحاظ سے امریکہ سے بہت نفرت کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں شروع سے ایک بات بیٹھی ہوئی ہے کہ امریکہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کررہا ہے۔ چونکہ اس دفعہ پچھلی حکومت کے خلاف یہ مداخلت بڑی کھلی اور عیاں طور پر ہوئی تھی اس لیے عوام نے اس پر شدید ری ایکٹ کیا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مہنگائی کی وجہ سے یہ بیداری ہے تو ان سے پوچھنا چاہیے کہ ایک رات میں تو کچھ نہیں ہوا

> اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں دو چیزیں لازماً ہونی چاہئیں۔ ایک عدل، جو اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ دوسرا لوگوں کی جان، مال، عزت وآبرو کا تحفظ۔ آئین پاکستان بھی اس کی گارنٹی دیتا ہے۔

تھا۔ جس دن عمران خان کی حکومت ختم ہوئی اس دن وہ غیر مقبول تھے اور اگلے دن لوگ ان کے حق میں سڑکوں پہ نکلے ہوئے تھے تو کیا یہ مہنگائی کا اثر تھا۔ نہیں! اصل میں عمران خان عوام کے ذہن میں یہ بٹھانے میں کامیاب ہوگئے تھے کہ میرے ہٹائے جانے میں غیر ملکی قوت ملوث ہے۔ یہ صحیح تھا یا غلط لیکن عوام نے اس بیانیہ کو سو فیصد قبول کرلیا۔ لہٰذا عوام بڑی جوش وخروش سے نکلی اور اس نے وہ کردکھایا جس کی کوئی امید ہی نہیں تھی۔ جس طرح کی غیر مقبولیت پی ٹی آئی حکومت کی ہوچکی تھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عوام اس کو دوبارہ قبول کریں گے، صورتحال یہ تھی کہ کہا جارہا تھا کہ اب پی ٹی آئی والے ہیلمٹ پہن کر باہر نکلیں لیکن ایک دم صورتحال بدل گئی تو اس کی سب سے بڑی وجہ سے عمران کا امریکی سازش والا بیانیہ تھا جس کو عوام نے قبول کرلیا تھا اور عمران نے پھر اس کا پورا فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ اس نے جگہ جگہ پچاس جلسوں میں تقریباً پانچ سو دفعہ امریکہ کو برا بھلا کہا اور اس کو اپنے نکالے جانے کا اصل ذمہ دار ٹھہرایا۔ چاہے امریکہ مخالف بیانیہ غلط ہی ہو یا یہ عمران خان کا خود ساختہ بیانیہ ہو لیکن عوام کے ضمیر اور شعور نے اسے تسلیم کرلیا۔ اس کے مقابلے میں عرب اسپرنگ کا معاملہ بالکل مختلف تھا وہ ایک شخصی حکومت یا کسی ایک شخص کے براجمان ہوجانے کے خلاف تھا۔ وہاں آمر کافی عرصے سے حکومتیں کررہے تھے اور یقیناً اس میں بیرونی قوتوں نے بھی مداخلت کی کہ تمہارے ملک میں جمہوریت ہونی چاہیے۔ تیونس میں پھل فروش نے خود کو جلالیا تھا اور اس پر غریب اور امیر کا مسئلہ بن گیا، پھر حاکم اور محکوم کا مسئلہ بن گیا اور لوگ باہر نکلے اور بیرونی طاقتیں ہمیشہ اس طرح کے معاملے میں پیچھے ہوتی ہیں۔

رضاء الحق: عرب اسپرنگ کی تاریخ کا جائزہ لیں تو پچھلی صدی میں اس طرح کی تحریکیں یورپین ممالک میں بھی نظر آتی ہیں۔ سول رائٹ، ساجی تحفظ اور فیمینزم کے نام پر تحریکیں چلیں۔ یعنی مختلف طریقہ کار استعمال کیا گیا۔ پھر گلوبل ڈیپ سٹیٹ جیسی قوتوں نے ان ایشوز سے فائدہ ضرور اٹھایا۔ موجودہ دور میں سوشل میڈیا سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کے ذریعے بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے اور پھر جھوٹ، بہتان اور گالی گلوچ جیسی معاشرتی برائیاں اس کے ذریعے عام ہوچکی ہیں۔ ہمارے معاشرے کی اقدار بھی پامال ہونا شروع ہوگئی ہیں۔ پھر عوامی بیداری کی لہر میں ایک طرف لوگ زیادہ ہیں اور دوسری طرف لوگ کم ہوتے ہیں اور دونوں اطراف کے لوگ ایک دوسرے کی بات سننے کو تیار نہ ہوں تو اس طرح کی صورت حال کے نتائج بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ تیونس اور مصر کی صورت حال ہمارے سامنے ہے۔ مصر ایک ایسا ملک تھا جہاں عرب اسپرنگ کے بعد اخوان المسلمون کی ایک اسلامی حکومت آگئی تھی لیکن مغرب کو وہ پسند نہیں تھی لہٰذا انہوں نے فوراً اس کا راستہ روکا اور اس کی جگہ آمر کو دوبارہ لے آئے۔ چین اور روس سوشل میڈیا کی سنسرشپ کے حوالے سے بہت زیادہ کام کررہے ہیں جبکہ ہم مکمل سنسرشپ کے بالکل قائل نہیں ہیں لیکن اس کے لیے کچھ اصول لازمی بنانے پڑیں گے کیونکہ سوشل میڈیا کو بے لگام گھوڑے کی طرح نہیں چھوڑا جاسکتا۔ یقیناً بیداری ہونی چاہیے اور شعور بھی ہونا چاہیے لیکن بیداری ذمہ دارانہ ہونی چاہیے اور شعور بھی قومی مفاد کے تابع ہونا چاہیے۔ ہماری لیڈرشپ کو بھی عوام کو بیدار کرکے ان کی راہنمائی کرنی چاہیے ورنہ عوام افراتفری کی طرف جاسکتے ہیں جس میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔

سوال: وزیرآباد کے واقعہ کے بعد اب پی ٹی آئی نے

مائنس عمران لانگ مارچ شروع کیا ہے اور طے پایا ہے کہ عمران خان راولپنڈی میں جوائن کریں گے۔ کیا اس لانگ مارچ کے ذریعے پی ٹی آئی اپنے مقاصد اور اہداف حاصل کر پائے گی؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک لانگ مارچ کو لاحق خطرات کا تعلق ہے تو وہ اپنی جگہ قائم ہیں۔ پی ٹی آئی کو خطرات لاحق ہیں، حکومت کو بھی اور پاکستان کو بھی۔ اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں اس کو بالکل ہم خطرے سے باہر قرار نہیں دے سکتے۔ جمہوری نظام کی بات کریں تو وہ تو ہم سمجھتے ہیں کہ اسے خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔ ویسے نظام کی بات کرتے ہیں تو میں تو اس دن دو نفل پڑھوں گا جس دن یہ فرسودہ نظام زمین بوس ہوگا۔ لیکن اس کو کسی مارشل لاء سے replace نہیں کرنا چاہیے۔ اس وقت حکومت اور پی ٹی آئی کے درمیان بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ پی ٹی آئی فوری طور پر الیکشن کا اعلان چاہتی ہے جس کے تین ماہ بعد الیکشن ہوں گے جبکہ حکومت اس معاملے کو اکتوبر تک لے جانا چاہتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو دونوں اطراف سے ضد بازی اور انا کا مسئلہ ہے ورنہ صرف چھ ماہ کا فرق ہے جس میں درمیانی راستہ نکالا جا سکتا ہے اور مئی یا جون میں الیکشن ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک پی ٹی آئی کے اہداف کا معاملہ ہے تو اس کا ہدف صرف الیکشن نہیں ہے بلکہ اس کے دیگر اہداف بھی ہیں۔

سوال: نگران سیٹ اپ، اہم تقرری اور الیکشن کمیشن کو تبدیل کرنا، کیا پی ٹی آئی کے خفیہ اہداف ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: نگران حکومت آئین کے مطابق آنی ہے۔ وہ دونوں مل بیٹھ کر طے کرلیں گے۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ البتہ اہم تقرری ایک بڑا ایشو ہے اور پی ٹی آئی کے اہداف میں سے ایک ہدف یہ بھی ہوگا کہ اس میں اُن کی مرضی شامل کی جائے۔ اگرچہ انہوں نے کہہ دیا کہ ہماری طرف سے میرٹ پر کوئی آجائے ہمیں مسئلہ نہیں۔ لیکن یقیناً ان کی خواہش ہوگی کہ ایسا آرمی چیف آئے جو اُنہیں بھی ایڈجسٹ کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہ ہو کہ کوئی بات مارشل لاء یا خون خرابے کی طرف جائے۔ دونوں پارٹیوں کو عقل سے کام لینا چاہیے اور دونوں کو ٹیبل ٹاک کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرلینا چاہیے کیونکہ عمران خان یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے مذاکرات کا جانسہ دیا جارہا ہے درمیان میں الیکشن کی بات نہیں ہوگی۔ اس کو کہہ دیا جائے کہ ہمارا پہلا پوائنٹ الیکشن ہوگا اگر ہم اس پر رضامند ہوگئے تو پھر آگے چلیں گے وگرنہ ہم مذاکرات نہیں کریں گے۔ حکومت بھی ساتھ ساتھ بیانات دے رہی ہے کہ 13 اگست سے ایک دن پہلے بھی اسمبلی نہیں توڑی جاسکتی اگر ایسے بیانات ہوں گے تو مذاکرات کی دعوت ہی بیکار ہے۔

سوال: لانگ مارچ کے دوران ہی اعظم سواتی کا واقعہ رونما ہوا اور ان کی بڑی دردناک کہانی سامنے آئی جس میں ان پر تشدد اور خفیہ ویڈیو بھی شامل ہے۔ ایسے واقعات ہمارے معاشرے کو کس طرف لے جا رہے ہیں اور ان کا حل کیا ہے؟

رضاء الحق: اس طرح کی ویڈیوز اور آڈیوز بنانے کا معاملہ گزشتہ آٹھ دس سال میں بہت بڑھا ہے۔ اعظم سواتی سے پہلے شہباز گل کا واقعہ ہوا۔ پھر ایک جج صاحب کی ویڈیو بھی سامنے آئی۔ سابقہ چیئرمین نیب کی ویڈیو بھی سامنے آئی۔ پھر چار پانچ ماہ پہلے مریم نواز صاحبہ نے بیان دیا تھا کہ میں گھر میں نائٹ لباس میں تھی تو نیب کی ایک ٹیم انکوائری کے لیے آئی تھی اور میری بھی ویڈیو بنائی گئی تھی۔ بہرحال یہ کام وہ کرسکتے ہیں جن کے ہاتھوں میں انتظامی طور پر نگرانی کے وسائل اور ان مقامات تک کھلی رسائی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں نہیں، تینوں کو عقل سے کام لینا چاہیے۔ ان کو بھی جو ملک میں مخصوص طاقت کے حامل ہیں۔ ہم ایک اسلامی ملک ہیں۔ پاکستان تو اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے، ماضی قریب میں ریاست مدینہ کا نام لیا گیا۔ پاکستان میں دو چیزیں تو ہر صورت میں ہونی چاہیے۔ ایک عدل، جو اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ دوسرا لوگوں کی جان، مال، عزت آبرو کا تحفظ۔ آئین پاکستان بھی اس کی گارنٹی دیتا ہے۔ حالیہ دنوں میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹسز نے کہا ہے کہ اس ملک میں لگتا ہے کہ عوام کے لیے قانون اور ہے اور اشرافیہ کے لیے قانون اور ہے۔ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اگر ان دونوں چیزوں پر عمل نہیں ہو رہا تو پھر ایسے واقعات لازمی ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اصل حل یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد کی طرف لوٹ کر واپس آئیں اور پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائیں تب ہی ہم آگے بڑھ سکیں گے۔

❁❁❁

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ اسلام آباد کے سینئر رفیق ریاض حسین کے بڑے بھائی اور رفیق تنظیم آزاد حسین وفات پا گئے اور ریاض حسین کے بھانجے کا بھی انتقال ہوگیا۔
برائے تعزیت: 0332-5357269

☆ حلقہ بلوچستان کی مقامی تنظیم کوئٹہ جنوبی کے مبتدی رفیق محمد ظاہر خان وفات پا گئے۔

☆ حلقہ اسلام آباد، بہارہ کہو کے رفیق مطیع الرحمن کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0344-5010831

☆ حلقہ فیصل آباد کے رفیق اور انچارج مکتبہ قرآن اکیڈمی فیصل آباد بلال اشرف کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0322-6007203

☆ تنظیم اسلامی ملتان شہر کے نقیب محسن افضل کی نوزائیدہ بچی وفات پا گئی۔
برائے تعزیت: 0304-8082060

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق ندیم مصطفیٰ صدیقی کے جواں سال بھتیجے کا انتقال ہوگیا ہے۔
برائے تعزیت: 0300-6346269

☆ حلقہ ملاکنڈ، مقامی تنظیم دارودہ کے مبتدی رفقاء میاں انعام علی شاہ اور میاں اصغر علی شاہ کے بھائی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ ملاکنڈ، مقامی تنظیم واڑی کے ملتزم رفیق اور نقیب اسرہ فرید اللہ کا پانچ سالہ بیٹا وفات پا گیا۔

☆ حلقہ بلوچستان کے ملتزم منفرد رفیق خدا بخش زہری کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

☆ امیر حلقہ سرگودھا کے معاون شادی بیگ کے چچا وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0332-7654969

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِىْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

خواجہ سرا سے ٹرانسجینڈر ایکٹ اور جوائے لینڈ تک

اوریا مقبول جان

وفاقی شریعت کورٹ کے اندر اور باہر پاکستان میں مظلوم خواجہ سراؤں کے حقوق کی سب سے بڑی علمبردار اور پیدائشی خواجہ سرا حاجی الماس بوبی نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ پورے پاکستان میں خواجہ سرا کے نام پر آج تک جتنے لوگ بھی قتل ہوئے ہیں، ان میں سے ایک بھی خواجہ سرا نہیں تھا، بلکہ وہ بہروپیے تھے، جو اپنی ہم جنس پرستی کی تسکین کے لیے خواجہ سرا کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ جب ان کا پوسٹ مارٹم ہوا تو وہ سب مکمل مرد نکلے۔ لیکن ہمارا سیکولر، لبرل اور مغرب پرستانہ اقدار کے ہاتھوں بکا ہوا میڈیا، انہیں مظلوم بنا کر اس لیے پیش کرتا ہے تاکہ اس مظلوم خواجہ سرا کمیونٹی کی آڑ میں ہم جنس پرستوں کو عزت دی جائے۔ حاجی الماس بوبی نے عدالت سے درخواست کی کہ ان سب کے پوسٹ مارٹم نکلوائے جائیں۔ لیکن پاکستان کا وہ میڈیا جس کا ضمیر ہی جھوٹ پر ہے وہ اُردو خبر میں انہیں ''خواجہ سرا کا قتل'' لکھتا ہے اور انگریزی میں مزید آگے بڑھ کر اسے "Transgender Women Killed" ''ٹرانسجینڈر عورت قتل کر دی گئی''۔ یعنی ایک مرد اگر لباس، وضع قطع اور تراش خراش میں خود کو عورت بنا لے تو وہ انہیں خواجہ سرا کہتے ہیں جبکہ اصل میں وہ ایک "Transsexual" ''یعنی ہم جنس پرست زندگی گزارنے والا ہوتا ہے۔ ٹرانسجینڈر ایک عمومی اصطلاح ہے جس میں کئی طرح کے لوگ آتے ہیں، مثلاً ایک وہ جن کے پیدائشی طور پر جنسی اعضاء میں خرابی یا کمی ہو، انہیں مخنث، کھسرا یا خواجہ سرا کہا جاتا ہے۔ یہی اصل خواجہ سرا ہیں۔ دوسرے وہ جو خود کو خصی (Casteration) کروانے سے روپ دھارتے ہیں اور تیسرے وہ جو مکمل مرد ہوتے، مگر عورت کا روپ دھارتے ہیں۔ یہ دونوں ایک غلیظ اور حرام جنسی زندگی گزارنے کے لیے ایسا کچھ کرتے ہیں۔ ان بہروپیے ہم جنس پرستوں کو خواجہ سرا کا نام دے کر پاکستانی میڈیا پہلے ان کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے اور پھر اس کی آڑ میں ایک گھناؤنے ایجنڈے پر شوز کیے جاتے ہیں۔ ہر سال پاکستان میں ہزاروں مرد اور عورتیں مختلف وجوہات کی بنیاد پر قتل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ تمام قتل پاکستانی میڈیا کے لیے بہت کم ہی ہیڈ لائن نہیں بنتے۔ مگر اگر کہیں کئی سال بعد بھی ایک بہروپیا جس نے اپنے مخصوص ہم جنس پرستی کے جذبات کی تسکین کے لیے خواجہ سرا کا روپ دھار رکھا ہو وہ قتل ہو جائے تو یہ لوگ پروگرام کرتے ہیں، ایک ماتم برپا کرتے ہیں۔ ٹرانسجینڈر ایکٹ جسے شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا، اس پر صرف دو اعتراض کیے گئے۔ ایک یہ کہ ایکٹ کا نام بدل کر ''خواجہ سرا ایکٹ'' کر دو اور دوسرا جیسے تمام مرد اور عورت شناختی کارڈ کے لیے ڈاکٹر کا تصدیق شدہ برتھ سرٹیفکیٹ لاتے ہیں ویسے ہی ہر خواجہ سرا کے کارڈ کے لیے بھی میڈیکل سرٹیفکیٹ ضروری ہونا چاہیے۔ طبی معائنے کی اس ایک شرط سے وہ تمام بہروپیے ہم جنس پرست بھاگتے ہیں، مگر ٹی وی پر ان کے وکیل اینکر انہیں مسلسل مظلوم بنا کر پیش کرتے ہیں۔ پاکستان کے میڈیا کی یہی تو منافقت ہے کہ دنیا بھر میں ہم جنس پرست "LGBT" کے نام پر کھل کر اپنے حقوق طلب کرتے ہیں اور اس کے لیے لڑتے مرتے ہیں لیکن پاکستانی میڈیا ایک پیدائشی طور پر مظلوم اقلیت خواجہ سرا کے پردے کے پیچھے چھپ کر اپنے مکروہ عزائم پورا کرتا ہے۔ پہلے یہ میڈیا صرف سوشل میڈیا اور چند ایک مخصوص نظریات والے اینکروں اور این جی اوز تک محدود تھا۔ مگر گزشتہ بیس سال سے عالمی طاقتوں کے فنڈز سے وجود میں آنے والی این جی اوز نے ایک میٹھے زہر کی طرح ہم جنس پرستی کے تصور کو کئی طریقوں سے چھپا کر عوام کی رگوں میں اُتارا۔ دنیا بھر میں ہم جنس پرستوں کا سب سے مقبول نعرہ ''میرا جسم میری مرضی ہے''، جس کو عورت مارچ کا مرکز و محور بنایا گیا اور پھر آہستہ آہستہ ٹرانسجینڈر کے نام سے ہم جنس پرست مخلوق کو بھی اس مارچ میں شامل کیا جانے لگا۔ آپ حیران ہوں گے عورت مارچ میں اصل خواجہ سرا شامل نہیں ہوتے تھے، بلکہ وہ ہم جنس پرست بہروپیے آتے تھے جو اصل میں مرد مگر خواجہ سرا کا روپ دھارے ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے جب خواجہ سراؤں کی نادرا میں رجسٹریشن کے لیے کہا تو ظاہر ہے میڈیکل معائنہ ضروری تھا اس لیے پورے ملک میں صرف چار ہزار خواجہ سرا رجسٹرڈ ہوئے تھے۔ لیکن یہ این جی اوز لاکھوں کا دعویٰ کرتی پھرتی ہیں۔ این جی اوز کی مہم اور الیکٹرانک میڈیا میں ہمدردوں کی سرپرستی کے بعد ایک اور راستے سے بھی حملہ کیا گیا تاکہ عوام میں ہم جنس پرستی کو آہستہ آہستہ قابلِ قبول بنایا جائے۔ یہ فلم اور ڈراما ہے، جس کے ذریعے ایسے بہروپیوں کو قابلِ عزت (Glorify) کیا جاتا ہے۔ پاکستانی ڈراما گزشتہ بیس سال سے اس ملک کے عوام کی اخلاقیات سے کھیل رہا ہے۔ مقدس رشتوں کے آپس میں عشق کی داستانیں مسلسل ڈراموں میں دکھائی جاتی رہی ہیں۔ لیکن ہم جنس پرستی کو ڈھکے چُھپے طریقے سے ہی دکھایا جاتا تھا۔ پاکستان میں ثانیہ سعید کا دو عورتوں کی آپس میں محبت کا ڈراما دراصل بھارت میں 1996ء میں بننے والی شبانہ اعظمی کی فلم ''فائر'' کی طرح معاشرتی اخلاقیات کے برعکس ہم جنس پرستی کو تکریم دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ بھارت میں تو کیا ہندو، عیسائی اور کیا سکھ، مسلمان سب نے اس فلم پر احتجاج کیا اور سنسر بورڈ نے اس پر پابندی لگا دی بلکہ آج ایسی پندرہ فلموں پر وہاں پابندی لگائی جا چکی ہے۔ لیکن پاکستانی ڈراما خاموشی سے گزر گیا۔ یہاں سے حوصلہ لیتے ہوئے اب اس موضوع پر ایک بے باکانہ فلم ''جوائے لینڈ'' بنائی گئی ہے۔ جس طرح پاکستان کے ٹرانسجینڈر ایکٹ کا علم اس وقت ہوا جب اسے ہم جنس پرستوں کے حقوق کے نگہبان انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹ نے اسے ایشیا بھر میں ہم جنس پرستوں کی سب سے بڑی کامیابی قرار دیا۔ اسی طرح اس فلم کا بھی ڈنکا، اس وقت بجا جب اس فلم کو ہم جنس پرستی "LGBT" پر بنائی جانے والی

فلموں کا سب سے بڑا ایوارڈ دیا گیا جسے ''کوئر پام'' (Queer Palm) کہا جاتا ہے۔ اس فلم کی کہانی پر پہلے ہی بہت کچھ کہا اور لکھا گیا اور جس کی وجہ سے اس پر پاکستانی فلم سنسر بورڈ نے پابندی لگا دی۔ مگر عالمی سیکولر، لبرل لابیز کا دباؤ اتنا تھا کہ اس پر نظر ثانی کے لیے وزیر اعظم نے ایک کمیٹی بنا دی ہے۔ کمیٹی میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اس فلم کی باریکیوں کو سمجھے۔ فلم شادی شدہ مرد کے ایک ٹرانسجینڈر کے ساتھ جنسی رومانس کے گرد گھومتی ہے۔ ٹرانسجینڈر کو ایک مظلوم معاشرتی کردار کے حوالے سے ایسا تخلیق کیا گیا ہے کہ تمام ہمدردیوں کا محور وہی نظر آئے۔ میں نے سترہ سال پاکستان ٹیلی ویژن کے لیے ڈراما لکھا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ کیسے کردار تخلیق کئے جاتے ہیں اور کیسے کسی سے نفرت پیدا کی جاتی ہے اور کیسے کسی منفی کردار سے محبت کا جذبہ اُجاگر کیا جاتا ہے۔

اُردو شاعری کا آدھا خزانہ ہم جنس پرستی کے اشعار پر مبنی ہے لیکن وہ آج تک صرف کتابوں میں محفوظ ہے۔ کیا کبھی کسی نے اسے وہ کورس کا حصہ بنایا۔ کیا میر تقی میر کے ہم جنس پرستی کے اشعار گائے گئے۔ کیا ان شاعروں کے ہم جنس پرست معاشقوں پر فلمیں بنیں۔ سب کو پتہ تھا کہ یہ روّیہ قابلِ عزت نہیں، معاشرتی اخلاقیات کی دھجیاں بکھیرنے والا ہے، اسی لیے آج تک کسی صاحبِ علم نے اس کو کبھی عام نہ کیا۔ یہی حال دنیا کے ہر ادب کا ہے۔ لیکن جوائے لینڈ آج آرٹ اور ادب کے نام پر ایک ایسے ہم جنس تعلق کو عزت دے رہی ہے جس پر اللہ کے عذاب آئے اور بستیاں اُلٹ دی گئیں۔ اگر بھارت میں فائر جیسی پندرہ فلمیں معاشرتی اخلاقیات کو تباہ کرنے کی وجہ سے طاقت کے زور سے روکی جاسکتی ہے تو پاکستان میں جوائے لینڈ کیوں نہیں۔ اقبالؒ نے خوب کہا تھا: ؎

تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم
گزر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوبِ کلیم

آج ایسے روّیے کو سُدھارنے کے لیے وعظ و نصیحت نہیں بلکہ عصائے موسوی کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''92'')

❁❁❁

''سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات''

24۔ بین الاقوامی کشیدگی میں اضافہ:

ملک میں سود کی وجہ سے بڑھنے والی بے روزگاری کو ختم کرنے کے لیے مختلف ممالک برآمدات میں اضافے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کرنسی کی قدر میں کمی (*Devaluation*) کا سہارا لیا جاتا ہے تاکہ عالمی منڈی میں برآمدات کی قیمت دیگر ممالک کے مقابلے میں کم کر کے برآمدات میں اضافہ کیا جائے۔ مگر چوں کہ دیگر ممالک بھی اس عمل کو اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے کوئی ملک اس سمت میں کامیابی حاصل نہیں کر پاتا۔ اس کے نتیجے میں بسا اوقات مختلف ممالک کے درمیان کشیدگی (*Tension*) پیدا ہو جاتی ہے جو بڑھ کر جنگ کی سی شدت اختیار کر لیتی ہے۔

25۔ عبرت ناک بے بسی:

سرمایہ دارانہ سودی نظام سے متاثر ماہرینِ معاشیات موجودہ معاشی تباہ کاریوں کا علاج اور حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ سود کی پیدا کردہ تباہ کاریوں کا خاتمہ سود ختم کیے بغیر ممکن نہیں۔ مگر چوں کہ سود کو دور کرنا انہیں منظور نہیں، اسی لیے ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے تجویز کردہ بے روزگاری کے تمام علاج گرانی بڑھانے والے اور گرانی کے تمام علاج بے روزگاری بڑھانے والے ہیں۔ لہٰذا عصرِ حاضر کی معاشیات کے بڑے بڑے مسائل کے سامنے ماہرینِ معاشیات کی بے بسی قابلِ رحم بھی ہے اور عبرت ناک بھی۔

26۔ سب سے بڑا خسارہ:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بقول دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ایک دودھاری تلوار کی طرح انسانوں کا استحصال کرتی ہے۔ اس سے انسانوں کی دنیا و آخرت دونوں ہی برباد ہو جاتی ہیں۔ سرمایہ داروں کا طبقہ مالِ حرام پر عیش تو کرتا ہے لیکن روحانی سکون سے محروم ہو جاتا ہے اور عیش میں یادِ خدا اور فکرِ آخرت سے غافل رہتا ہے۔ پھر حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق حرام کمائی سے پلنے والا جسم جہنم ہی میں جانے کا حق دار ہے۔ (مسند احمد) دوسری طرف غریب کو ضروریاتِ زندگی کی فکر نہ صرف ہر وقت ستائے رکھتی ہے بلکہ آخرت کی تیاری سے بھی بیگانہ رکھتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ سکتی ہے کہ حدیثِ نبوی اِنَّ الْفَقْرَ یَکَادُ یَکُوْنُ کُفْرًا (بے شک قریب ہے کہ فقر کفر تک پہنچ جائے) کے مصداق انسان کو مایوسی کفر تک لے جاتی ہے۔

بحوالہ ''سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات''، از حافظ انجینئر نوید احمد

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 209 دن گزر چکے!

Quote on Riba

"But the Jews are so hardened that they listen to nothing; though overcome by testimonies they yield not an inch. It is a pernicious race, oppressing all men by their usury and rapine. If they give a prince or magistrate a thousand florins, they extort twenty thousand from the subjects in payment. We must ever keep on guard against them."

George Stigler (US Economist who attained Nobel Memorial Prize in Economic Sciences)

پوسٹ کالونیل ازم اور طبقاتی نظام

رفیق چودھری

فتنہ دجال کالونیل ازم اور پوسٹ کالونیل ازم کے تحت اپنے آخری ہدف کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔اسی فتنے کا ایک شاخسانہ یہ دہرا اور طبقاتی نظام ہے جس میں عوام کے لیے قانون کچھ اور ہے جبکہ اشرافیہ کے لیے قانون کچھ اور ہے۔ بظاہر یہ نظام جس قدر خوشنما اور دلفریب ہے اس کا باطن اتنا ہی سیاہ اور کراہیت وشیطنت سے بھر پور ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ طبقاتی نظام سرمایہ دارانہ نظام کا حصہ ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعے وہ قوتیں دنیا پر حکمرانی کر رہی ہیں جو عالمی دجالی حکومت کے لیے کوشاں ہیں۔ انہوں نے اس دہرے نظام کے خدوخال کالونیل دور میں بڑی منصوبہ بندی اور گہری سوچ بچار کے بعد تشکیل دیے اور پوسٹ کالونیل دور میں وہ قوتیں اپنے پیدا کیے ہوئے طبقات کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفظ یقینی بناتی ہیں، بدلے میں ان طبقات کو بھی آئینی اور قانونی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔اب اس کو ہماری غلطی کہا جائے، جہالت، لاعلمی یا منافقت کہ ہم نے نظام وہی سامراجی رہنے دیا اور اس پر لیبل ’’اسلامی‘‘ کا لگا دیا۔

ہمارے پارلیمنٹ سمیت مملکت خداداد پاکستان کے اکثر بڑے اداروں کی عمارتوں پر سنہری حروف میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوتا ہے۔ جبکہ سپریم کورٹ کی عمارت کے باہر ’’انصاف کے ترازو‘‘ کے درمیان بڑے حروف میں قرآن کی اس آیت کے الفاظ ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾ کندہ ہیں۔ لیکن اندر فیصلے کالونیل طاقتوں کے بنائے ہوئے دہرے نظام اور قانون کے تحت ہی ہوتے ہیں۔پاکستان کے آئین کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے اس نے اسی طرح کلمہ پڑھا ہوا ہے کیونکہ شق نمبر 1 کے مطابق پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔شق A-2 کہتی ہے کہ مملکت خداداد پاکستان میں حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور شق نمبر 227 کے مطابق یہاں قرآن وسنت سے متصادم یا متضاد کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی۔ ان وجوہات کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔مگر اسی ’’اسلامی ریاست‘‘ میں سودی نظام معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ پارلیمنٹ اور سینٹ میں جب حلف اٹھایا جاتا ہے یا عدالت میں گواہی دی جاتی ہے تو قرآن پر حلف اٹھایا جاتا ہے لیکن اسی پارلیمنٹ کے اندر ٹرانس جینڈر جیسے خلاف اسلام قانون بھی پاس ہو جاتے ہیں اور مال ومراعات لے کر جھوٹی گواہیاں اور غیر اسلامی قوانین کی حمایت میں ووٹ بھی دیے جاتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی اسلامی ریاست میں اس طرح کا دہرا قانون اور نظام کبھی ہوا ہے کہ ظاہر میں کچھ ہو اور باطن میں کچھ، دکھاوا کچھ اور ہو اور عمل میں کچھ اور، غریب کے لیے قانون کچھ اور ہو اور امیر کے لیے قانون کچھ اور ہو۔معروف قول ہے کہ ہمارا قانون مکڑی کا ایسا جالا ہے جس میں کمزور اور غریب پھنس جاتا ہے جبکہ طاقتور اور امیر اس جال کو توڑ کر نکل جاتا ہے۔ ہماری جیلوں میں آج بھی یہ قانون موجود ہے کہ امیر اور بااثر لوگوں کو اے کلاس میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کے لیے گھر جیسی سہولیات ہوتی ہیں جبکہ غریب آدمی کے لیے جیل یا قید حقیقی معنوں میں قید ہوتی ہے جہاں انصاف سمیت کوئی سہولیات نہیں ہوتیں۔ بلکہ کئی دفعہ اخبارات میں نمایاں سرخیاں شائع ہوئیں کہ ملزم کو پھانسی کی سزا پر عمل درآمد ہوئے عرصہ گزر گیا اس کے بعد فیصلہ آگیا کہ ’’ملزم کو باعزت بری کیا جاتا ہے‘‘۔ جبکہ بڑے لوگوں کے لیے وہی عدالتیں اتوار کے دن اور رات کے بارہ بجے بھی کھل جاتی ہیں اور جو فیصلہ بڑے لوگ چاہتے ہیں وہ حاصل کر لیتے ہیں۔ہم نے مبینہ طور پر کئی سو افراد کے قاتل راؤ انوار کو باعزت بری ہوتے دیکھا، پرویز مشرف نے ہزاروں پاکستانیوں کو امریکی جنگ میں مروایا، حتیٰ کہ فخریہ انداز سے اپنی کتاب میں اعتراف جرم بھی کیا کہ پانچ پانچ ہزار ڈالر کے عوض پاکستانیوں کو بیچا لیکن اسی پرویز مشرف کو ہم نے پاکستان سے ہار پہن کر رخصت ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔ پھر ہم نے چند دن قبل شاہ زیب خان کے قاتل شاہ رخ جتوئی کو بھی اعلیٰ عدلیہ سے باعزت بری ہوتے دیکھا۔ وجوہات اور کیس کی نوعیت چاہے کچھ بھی ہوں لیکن یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے کہ جس میں ہمارے سماج کے ’’بڑے‘‘ لوگوں کو جرم ثابت ہونے کے بعد بھی کسی قسم کے جرم کے داغ سے ’’پاک‘‘ قرار دے دیا گیا ہو۔مجرم تو یہاں صرف ’’چھوٹے‘‘ لوگ قرار پاتے ہیں۔ پاکستان کی جیلوں میں سالوں سال سڑتے ہوئے قیدیوں کی فہرست تیار کی جائے تو ان میں ایک بھی قیدی ’’بڑے‘‘ لوگوں میں سے نہیں ہوگا اگر ہوگا بھی تو اس کی نام نہاد ’’قید‘‘ عام آدمی کی آزادی سے بھی ہزاروں گنا شاہانہ ہوگی اور ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اس کی قید پر کسی قسم کے جرم کا شائبہ تک ہو۔اللہ کے آخری رسول ﷺ کا فرمان عالی شان واضح ہے کہ: ’’پہلی قومیں اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ ان کا کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کسی کمزور آدمی سے جرم سرزد ہوتا تھا تو اس کو سزا دیتے تھے۔‘‘

صاف لفظوں میں اگر کہا جائے تو یہ دجل ہے کہ ایک اسلامی مملکت کہلانے والی ریاست میں دہرا نظام ہو۔ امیر کے لیے الگ، غریب کے لیے الگ۔ حالانکہ اگر ہم اس طبقاتی نظام کی بنیادوں کا حقیقی پس منظر ایک بار جان لیں تو ہمیں اس میں اتنے بڑے فریب نظر آئیں گے کہ جن کو اسلامی کا عنوان دینا ہی سب سے بڑا گناہ متصور ہوگا۔

قارئین کی آسانی کے لیے ہم یہاں اس طبقاتی اور دہرے نظام کی بنیادوں کے حقیقی پس منظر کی مختصر سی جھلک ضرور دکھائیں گے کہ کن حالات میں یہ نظام پروان چڑھا اور پھر آزادی کے نام پر اسی نظام کو عوام پر مسلط کر دیا گیا۔ہم نے پوسٹ کالونیل ازم کے دہرے نظام کی بات کی۔ کالونیل ازم کا لفظی مطلب ہے نئی بستی بسانا۔ یورپی سامراجی قوتوں نے امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ میں واقعی نئی بستیاں بسائیں اور وہاں کی مقامی آبادیوں کا قتل عام کیا اور ان کی تاریخ اور شناخت مٹا کر وہ ملک اپنے نام کر لیے۔بے شک اسے کالونیل ازم (نوآبادیات) کہہ سکتے ہیں۔لیکن ہندوستان سمیت دوسرے کئی خطہ ہائے ارض جہاں مغربی استعمار بظاہر مستقل قبضہ نہیں کر سکا اور نہ ہی وہاں

گوروں کی مستقبل اکثریتی آبادیاں ہیں لیکن وہاں کے لیے بھی مغربی سامراج نے کالونیل ازم کا لفظ استعمال کیا۔ آخر کیوں؟ گہرا راز ہے۔ مگر ٹھہریے۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

دنیا پر عالمی دجالی غلبہ کی خواہشمند طاقتوں نے صلیبی جنگوں میں ناکامی کے بعد سرمایہ دارانہ نظام کو ذریعہ بنانے کا سوچا اور اس کے لیے صنعتی ترقی کو سیڑھی بنایا۔ یورپ میں صنعتی ترقی کی دوڑ شروع ہوتے ہی صنعتی پیداوار کی کھپت کے لیے نئی منڈیوں اور خام مال کے علاقوں کی تلاش شروع ہوئی اور اس تلاش نے ان علاقوں سے خام مال کی لوٹ کھسوٹ اور بالآخر جبری قبضوں کا دروازہ مغرب پر کھول دیا۔ یوں عالمی غلبہ کا ایجنڈا بھی ساتھ ساتھ آگے بڑھا۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی بھی پہلے تجارتی روپ میں آئی اور بعدازاں برطانوی سامراج کی شکل میں منتج ہوئی۔ کمپنی نے آتے ہی جہاں تجارتی معاہدے کیے وہاں خام مال کی لوٹ کھسوٹ کے لیے ٹھگوں، نوسربازوں، وطن فروشوں اور غداروں کی کھیپ تیار کرنا شروع کی جو کمپنی کو خام مال کی فراہمی کے لیے چوری، ڈاکہ اور قتل وغارت گری تک سے گریز نہیں کر رہے تھے بلکہ کمپنی انہیں اس کام کے لیے باقاعدہ اسلحہ، تربیت، سکیورٹی اور اہم معلومات دے رہی تھی۔ یہ چور، لٹیرے، ٹھگ اور وطن فروش چند ٹکوں کی خاطر ملک سے سونا چاندی، ہیرے جواہرات، اجناس اور مال و دولت دیہاتوں شہروں، قافلوں اور راجواڑوں سے لوٹ کر کمپنی کو پہنچاتے تھے اور کمپنی انہیں انعام واکرام سے نواز کر مزید غداروں کی فوج اکٹھی کرنے کا راستہ ہموار کر رہی تھی۔ کمپنی نے اس لوٹ کھسوٹ پر ہی بس نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ مقامی صنعت کو بھی مکمل طور پر تباہ کیا۔ کاری گروں، دستکاروں اور ہنرمندوں کا قتل عام کیا، ان کے ہاتھ اور انگوٹھے تک کاٹے گئے تاکہ مقامی صنعت معدوم ہوجائے اور اس کی جگہ برطانوی مصنوعات لے لیں۔ چنانچہ بہت جلد سوئی سے لے کر جدید اسلحہ تک تمام مصنوعات برطانیہ کی استعمال ہونے لگیں۔ فرنگی سامراج نے مقامی صنعت وحرفت کا دروازہ بند کر کے جہاں جائز ذرائع آمدن کے راستے بند کیے وہاں ناجائز کمائی کے اتنے راستے کھول دیے کہ لوٹ کھسوٹ، چوری، ڈاکہ زنی، قتل وغارت، غداری اور وطن فروشی کی حوصلہ افزائی ہونے لگی۔ چنانچہ غداروں، نوسربازوں، ٹھگوں، چوروں اور وطن فروشوں کی کھیپ جب کمپنی کے پاس جمع ہونے لگی تو انہیں تربیت اور اسلحہ دے کر آہستہ آہستہ کمپنی نے اپنی فوج تیار کرنا شروع کی۔ پھر غداروں کی اسی فوج کو استعمال کر کے کمپنی نے ہندوستانی علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اور مزید قبضوں کے لیے غداروں کی فوج کو خبررسانی اور مخبری پر معمور کیا۔ جو جو علاقے کمپنی کے قبضے میں آتے گئے وہاں کمپنی نے اپنے وفاداروں کو بسانا شروع کیا۔ خاص طور پر جو جتنا بڑا غدار، ڈاکو، وطن فروش اور مخبر تھا اسے اتنا ہی بڑا خطاب دیا گیا اور اتنی ہی بڑی جاگیریں اور مراعات دی گئیں۔ یوں چوروں، نوسربازوں، ٹھگوں، وطن فروشوں، غداروں اور نیچوں کے لیے غداری اور وطن فروشی نہ صرف منافع بخش پیشہ ٹھہرا بلکہ ان کے ''سنہری'' مستقبل کا ضامن بھی بن گیا۔ یہاں تک 1857ء کی جنگ میں انہی غداروں کی فوج کی مدد سے فرنگی وہ جنگ جیتنے میں کامیاب ہوگیا جو محب وطن لوگوں کے لیے آزادی کی جنگ تھی لیکن فرنگی اور اس کے وفادار آج بھی اسے ''غدر'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آزادی کی جنگ لڑنے والے محب وطنوں کی زمینوں پر، ان کے روزگار پر، ان کی تجارت پر، ان کی زراعت پر، ان کے کھیتوں اور کھلیانوں پر، ان کی تاریخ اور شناخت پر وہ لوگ قابض ہوگئے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تربیت یافتہ جاسوس، ایجنٹ، ٹھگ، نوسرباز، چور، فراڈیے، وطن فروش اور غدار تھے۔ انگریز کے ان وفاداروں اور وطن کے غداروں کے تحفظ کے لیے سکیورٹی ادارے قائم کیے گئے جن میں پولیس کا ادارہ بھی شامل تھا جس کا اصل کام انگریز کے ان وفاداروں کا تحفظ کرنا اور محب وطن مزاحمت کاروں کی مزاحمت کو کچلنا تھا۔ اسی طرح عدالتی نظام جو انگریزوں نے قائم کیا اس میں انگریز کے وفاداروں کے لیے الگ قانون تھا جبکہ ان کے مخالفین کے لیے الگ قانون تھا۔ انگریز کے وفادار جتنا بڑے سے بڑا جرم بھی کیوں نہ کر لیں اول تو پکڑے نہ جاتے تھے اگر عوامی دباؤ یا رکھ رکھاؤ کے لیے گرفتار کر بھی لیے جائیں تو انہیں جیلوں میں عام قیدیوں کی ساتھ نہیں بلکہ ان کے مقام ومرتبہ کے مطابق بڑے شاہانہ انداز میں رکھا جاتا تھا۔ بالکل وہی قانون آج تک ہماری جیلوں میں نافذ ہے کہ ''اے کلاس'' کے لیے اعلیٰ سہولیات، ''بی کلاس'' کے لیے ذرا کم سہولیات جبکہ عام آدمی کے لیے فرش، چٹائی اور دال روٹی وغیرہ۔ اسی طرح عدالتی نظام میں بھی طاقتور کے ساتھ سلوک کچھ اور ہے جبکہ کمزور کے ساتھ کچھ اور ہے۔ غریب بھوک کے مارے کچھ چرالے تو ساری زندگی جیل میں سڑے گا جبکہ ملک کو لوٹنے والے حکمران بن جاتے ہیں۔

قارئین! ذرا سوچئے کہ کالونیل دور کے اس دہرے اور طبقاتی نظام اور قانون پر صرف ''اسلامی'' کا ٹائٹل لگا دینے سے اور پارلیمنٹ اور عدالتوں کی عمارات پر سنہری حروف میں کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات لکھ دینے سے یہ طبقاتی اور استحصالی نظام کیا اسلامی یا عادلانہ ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ ہمیں اگر واقعی عادلانہ اور اسلامی نظام قائم کرنا ہے تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ سامراجی طاقتوں کے کالونیل مقاصد کے تحت قائم کیے گئے اس طبقاتی، استحصالی اور دہرے نظام کی پوری عمارت کو زمین بوس کر کے اس کی جگہ خالصتاً اسلامی بنیادوں پر اسلام کے عادلانہ نظام کی عمارت کھڑی کی جائے، تب ہی حقیقی آزادی، مساوات اور عدل کے راستے کھلیں گے ورنہ کالونیل دور کی طرح پوسٹ کالونیل دور میں بھی ایک طبقے کے لیے نظام جنت اور دوسرے کے لیے جہنم بنا رہے گا اور دوسری طرف پوسٹ کالونیل ازم کے تحت مغربی ایجنڈا بدستور آگے بڑھتا رہے گا، خلاف اسلام قانون سازیاں ہوتی رہیں گی اور اس سلسلے کا آخری ہدف ایسا عالمی نظام ہو گا جس میں اسلام اور عدل کا نشان تک نہ ہوگا۔ اگر کچھ ہو گا تو صرف ظلم واستحصال ہوگا۔

❁❁❁

توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے، فقط اک مسئلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میر سپہ، تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ، کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ، اس راز سے واقف ہے نہ ملا، نہ فقیہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

(علامہ اقبال)

اللہ تعالیٰ کو فراموش کرنے کا تہذیب پر اثر

مولانا ندیم الرشید

''ان کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو اپنے نفسوں سے بھلا دیا۔'' سورۃ حشر کی آیت 19 کا ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس مبارک آیت میں خالق کائنات نے انسان کو خدا فراموشی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ خدا فراموشی کا مطلب ہے اپنے معاملات میں خدائی احکامات سے رہنمائی نہ لینا۔ اللہ اور اس کے پاک پیغمبر ﷺ کی تعلیمات سے انحراف کر کے اپنی مرضی اور خواہشات کے تابع زندگی گزارنا۔ بندے کا اپنے معبود سے اس طرح کا تعلق دراصل خدا کو فراموش کر دینے یا اس کو بھلا دینے کے مترادف ہے۔

قارئین گرامی! کسی بھی معاشرے کے بگاڑ اور فساد کے بنیادی اسباب میں سے خدا فراموشی ایک بنیادی سبب ہے کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی انسان کو فراموش کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو فراموش کر دے تو اس کی سزا اس انسان کو یہ ملتی ہے کہ وہ اپنے نفع ونقصان کو بھول کر زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے۔ بظاہر ایسا انسان دنیاوی منافع حاصل کر رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخرت کا نقصان کر رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی آدمی ظاہری چمک دمک والی کسی حقیر شے کی خاطر اپنی ساری جمع پونجی برباد کر بیٹھے تو ایسے شخص کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ یہ شخص پاگل ہے جو اپنے حقیقی نفع ونقصان کو بھول بیٹھا ہے۔ خدا فراموش شخص اپنی عقل پر نازاں ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے بغیر یہ عقل محض ایسے ایسے سماجی مسائل اور پریشانیاں کھڑی کر دیتی ہے، ایسے ایسے اعمال و افعال وجود میں آنے لگتے ہیں جس سے انسانیت منہ چھپانے لگتی ہے اور پورا معاشرہ تباہی، بربادی اور زوال کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ قدیم یونان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ عہد قدیم میں لفظ یونان محض موجودہ یونان کے لیے ہی نہیں بولا جاتا تھا بلکہ جزائر ایجین، ایشیائے کوچک (ترکی) صقلیہ اور اطالیہ کی ساحلی نو آبادیاں بھی اپنے آپ کو یونان کہتی تھیں۔ یہ تہذیب چودہ سو سال قبل مسیح میں اپنے عروج پر پہنچی۔ اس تہذیب نے دنیا کو ذہین ترین انسان اور بعض علوم وفنون کی بنیادیں فراہم کیں۔

آج کی مغربی تہذیب دراصل یونانی تہذیب ہی کی بنیادوں پر استوار ہے۔ ایسی زبردست تہذیب خدا فراموشی کے نتیجے میں اس طرح زوال پذیر ہوئی کہ وہ یونان جہاں کل افلاطون، ارسطو، سقراط اور بقراط جیسے عظیم فلسفی، ڈیموستھین جیسے عظیم خطیب اور سکندر اعظم جیسے عظیم سپہ سالار پیدا ہوتے تھے آج وہاں صرف بحری جہازوں کی توڑ پھوڑ اور مرمت کا کام ہوتا ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ تمام تر علوم وفنون اور تہذیبی ترقی کے باوجود اہل یونان ذہنوں میں اللہ کا ایک تصور تو رکھتے تھے لیکن ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے خالی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہاں ایک ذہنی وجود تھا۔ ان کی عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے محبت الفت اور اطاعت کی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ اس طرز عمل کے نتیجے میں قانون قدرت حرکت میں آیا اور غلط صحیح کی پہچان چھین لی گئی اور ایک ایسی سوسائٹی وجود میں آ گئی جو کسی طور انسانی سوسائٹی کہلانے کی مستحق نہیں تھی۔ ہر طرف ظلم اور بہیمیت کا راج تھا۔ لوگ شر کو خیر سمجھ رہے تھے اور ایک حیوانیت تھی جو پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

یونانیوں کے نزدیک سب سے بڑا معیار خوبصورت اور سڈول جسم تھا۔ چنانچہ ریاست اسپارٹا کی عورتیں برہنہ جلوس نکالتی جس میں وہ ناچتی اور ورزش کرتی تھیں اور مردوں کو تاکید کرتیں کہ وہ ان برہنہ جلوسوں کا نظارہ کریں۔ مردوں کے بھی برہنہ جلوس نکلتے تھے اور اسی عالم برہنگی میں مذہبی تقریبات انجام دی جاتیں۔ اہل ایتھنز کو بے حد وحساب بیویوں کی اجازت تھی۔ بیوی محض ایک اثاثہ تھی جس کی خرید وفروخت کی جا سکتی تھی بلکہ وصیت کے ذریعے اسے منتقل بھی کیا جا سکتا تھا۔ بچوں کے حوالے سے اہل اسپارٹا کا رویہ انتہائی غیر انسانی تھا۔ عورتیں نومولود بچے کو پانی کی جگہ شراب سے نہلاتیں تاکہ اگر بچہ کمزور ہے تو اسی تجربے سے مر جائے اور اگر توانا اور صحت مند ہے تو بچ جائے۔ وہ زبردست تہذیب جس کے اعلیٰ ترین دماغوں اور طاقتور ترین شمشیر زن بازوؤں کو آج بھی استعارے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے خدا فراموشی اور اس کو بھلا دینے کے باعث اس کا حشر کیا ہوا؟ وہ دنیا سے ایسی مٹ گئی کہ آج اس کے صرف چند کھنڈرات باقی ہیں جو درس عبرت کے لیے کافی ہیں۔

قارئین گرامی! خدا فراموشی کے بعد زندگی جوہر انسانی وصف سے عاری ہو کر صرف گھٹیا اور ذلیل اوصاف کا مجموعہ رہ جاتی ہے جو کسی طور اشرف المخلوقات یا نائب خداوند عالم کہلانے کا استحقاق نہیں رکھتی۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے غافل شخص اگر تاجر ہو تو لالچ، ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری کا بدترین مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ فرد اگر مفلس ہو تو کوشش کرتا ہے کہ اپنی مفلسی دور کرنے کے لیے خود کچھ نہ کرے جبکہ دوسروں کی محنت کا پھل خود مفت میں کھائے یہ فرد اگر مزدوری کرتا ہے تو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے لیکن مزدوری پوری چاہتا ہے، یہ شخص اگر دولت مند ہو تو اعلیٰ درجے کا کنجوس اور سنگ دل ہوتا ہے۔ اگر صاحب اقتدار ہیں تو لٹیرا اور بددیانت، اگر مالک ہو تو ایک ظالم اور خود غرض اور اگر نوکر ہو تو کام چور اور بے ایمان۔ اگر خزانچی بنا دیا جائے تو خائن، اگر حکومت کا صدر یا وزیر ہو جاتا ہے تو شکم پرور، روح سے بے خبر بندۂ نفس جو صرف اپنی ذات اور اپنی پارٹی کے نفع کو دیکھتا ہے، اگر لیڈر بن جائے تو اپنی قوم اور وطن کی عزت بڑھانے کے لیے دوسری قوموں کی عزت وآبرو خاک میں ملانے سے ذرا بھی گریز نہیں کرتا، اسے اگر قانون سازی کا اختیار دیا جائے تو ظلم اور ناانصافی کے پہاڑ توڑنے لگ جاتا ہے اور اگر اس کے دماغ میں صنعت وایجادات کا ہنر آ جائے تو ہلاکت خیز تباہی وبربادی

Human Rights: A Tool for Governing Muslims

By Abu Zakariya

Most Muslims are unaware of the huge role the so called "universal" Human Rights have had on the Muslim way of thinking. Human Rights have in fact played both a secularizing and governing role in the lives of Muslims. In fact, liberalism developed a "distinctive policy for governing Muslim populations" from the colonial era until today.

During the colonial era, Western states came to dominate and occupy territories all over the world in a project they called the "civilizing mission," i.e., they saw it as their mission to occupy the rest of the world and 'teach' them Western liberal values. As we know, this 'civilizing' mission led to the ethnic cleansing of local populations like the Aborigines and the American Indians. Yet, to this very day, we are still being told that the Europeans were the civilized ones, and the conquered people were the "barbarians."

The Western colonizers developed distinct policies for governing Muslim populations known as "Muslim Policy." Today this policy continues to exist, but it does so under the guise of "human rights," "religious reform" and "counterterrorism." We often think that Western rule over Muslim lands ended with the decolonization after World War II. Nothing could be further from the truth.

During the colonial era, Western occupation was very direct. Foreign troops were present, you could see the occupier, and you knew exactly who was doing the oppression. Western elites travelled to Muslim lands and colonized the 'Orientals.' After World War II, a decolonization of former imperial territories took place, and nations were given 'independence.'This has led to the misconception that we no longer have imperial rule. That 300 years of empire and colonization has somehow not left its mark on the former colonies. The age of empire may be over, but this has given way to a new form of imperialism, a subtle, more elusive form of indirect rule.

One of the successes of the liberal ideology is that it has forged an image for itself as being against imperialism, authoritarianism, ethnocentrism, and racism. In fact, liberal ideology encourages these things, especially in former colonies where the local populations are deemed as being too unruly and unfit to manage their own affairs.Until they have become completely 'civilized' and adopted liberal values wholesale, they cannot rule themselves. Thus authoritarianism, dictatorship and military rule is needed to keep them in place until they have fully surrendered their "premodern" ways. This is why we have dictatorship in Muslim lands.

Shortly after the creation of the UN, the "Universal" Human Rights were declared. In the liberal ideology, human rights are considered to be constantly changing and "progressing." What was once deemed abhorrent or repulsive may now be seen as "normal" and as a "human right." For instance, LGBT rights are recognized today as human rights based on the Universal Declaration of Human Rights and other international human

پھیلانے والے آلات اور زہریلی گیس، بمبار طیارے اور ٹینک یہاں تک کہ ایٹم بم بناتا ہے، جس کی ہلاکت سے نہ انسان بچ سکتے ہیں نہ حیوان، نہ کھیت، نہ باغات بلکہ زندہ انسانوں کے شہر آن کی آن میں ویرانوں اور قبرستانوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں، کیونکہ جس طرح انسان کے باہر کی دنیا میں بے شمار درندے موجود ہیں اسی طرح انسان کے اندر بھی بے شمار درندہ صفات موجود ہیں جو جنگل کے جانوروں سے زیادہ خطرناک اور زہریلی ہیں لیکن ان بلانما صفات کو اللہ تعالیٰ کا خوف باہر نکلنے سے روکے رکھتا ہے بلکہ ان کی تربیت کرتے ہوئے شائستگی اور تہذیب سے آراستہ کردیتا ہے لیکن جب انسان خدافراموشی پر اتر آتا ہے تو انسان کی اندر کی بری صفات باہر نکل کر اسے درندہ بنادیتی ہیں جس سے پورا معاشرہ فساد کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ انسان انسان کا شکار کھیلنے لگتا ہے ،آدمی آدمی کے خون کا پیاسا ہوجاتا ہے، اچھے برے، حق ناحق کی تمیز ختم ہوجاتی ہے اور انسانی نفس ایک جانور اور شتر بے مہار کی طرح کام کرنے لگتا ہے۔ قرآن کریم ایسے شخص کو کچھ اس طرح بیان کرتا ہے: ’’کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے تو کیا تم اس پر نگہبان ہوسکتے ہو؟ یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔‘‘

(سورۃ الفرقان:33،34)

قارئین گرامی! خدافراموشی ایک ایسا جرم ہے، قدرت جس کی سزا انتہائی بھیانک طریقے سے دیتی ہے۔ انسان مقام انسانی سے گر جاتا ہے اور افراد، معاشرہ اجتماعی طور پر ایسے کاموں میں مشغول ہوجاتے ہیں جن کے نتائج پوری تہذیب اور معاشرت کے لیے ایک مکمل بربادی کا پیغام لے کر آتے ہیں۔ ایتھنز، اسپارٹا اور مقدونیا کے کھنڈرات اور مصر میں فرعونوں کے آثار آج ہزاروں برس کی کھدائی کے بعد زمین سے باہر نکل کر لوگوں کو یہی پیغام عبرت سنا رہے ہیں۔ اللہ ہمیں غافل ہونے سے بچائے اور اپنی یاد میں لگائے۔

ضرورت رشتہ

☆ سرگودھا میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنے بچوں، بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی ایس (باٹنی)، قوم آرائیں...... بیٹا، عمر 30 سال، تعلیم حافظ قرآن، بی ایس سی، میڈیسن کمپنی سے وابستہ کے لیے سرگودھا اور گردونواح سے دینی مزاج کے حامل بچوں کے والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0314-9700025 0300-6126785

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ بلوچستان کے سابق امیر حلقہ محترم محمد راشد گنگوہی کچھ عرصہ سے شدید علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

rights treaties.

In order to be part of the international system, Muslim states are expected to "gradually adjust their constitutions and legal codes to incorporate UN human rights legislation." Pressure is applied upon Muslim states to comply, and this is done via NGOs and economic coercion. Western states can apply pressure on 'rogue' states who are in non-compliance with UN Human Rights so that they 'get in line' with the agenda. Threatening harms and offering benefits, Western states demand that non-Western states comply with evolving UN norms, allow NGOs to operate within their borders, cooperate with these NGOs, and heed NGO recommendations. Many scholars have argued that modern global governance resembles colonialism, especially as it relates to Muslims.

In order to not be placed under sanctions? — and for the flow of knowledge, technology and loans from the IMF? —Muslim states have succumbed to the pressure of the international system. This is why we are witnessing so much change within certain 'conservative' Arab countries with "visions" for 2030. The West does not mind authoritarian regimes who keep their populations in check, as long as they liberalize and open up their society to western cultural influence, i.e., "human rights."

We need to be aware of the game that is being played and the 'reformed' and watered-down Islam that it is producing. An Islam that is becoming a tool for the elites to utilize as they please to control the masses and not an Islam that is a threat to the corrupt and wicked.

Source: *Monthly, The Islamic Review*

Vol. 31 **Regd. C.P.L NO. 114** **No.45**

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore